عمران سیریز
بھونک....؟
سلیم قریشی
یاسر

عمران کے دلچسپ وحیرت انگیز کارناموں سے بھرپور سلسلہ

ماہانہ کہانی

سلیم
کی
عمران
سیریز

بھونک....؟

نگران اعلیٰ
نذیر احمد خاں

مصنف
سلیم قریشی

قیمت
ایک روپے ۷۵ پیسے صرف

خط وکتابت وترسیل زر کا پتہ
شاہین پبلشنگ ایجنسی ۴۷ فریئر مارکیٹ فریئر روڈ کراچی

ناول کے نام، مقام
بیان سب فرضی ہیں کسی
سے مطابقت محض اتفاقیہ
ہوگی اس کے لئے مصنف
پبلشرز بری الذمہ ہیں
(ادارہ)

شمارہ نمبر ۲۶
۱۵/۱ ء

تقسیم کار برائے کراچی
محبوب برادرز
۲۱۲
آئیڈیو مارکیٹ کراچی

پرنٹر پبلشر محمود خاں نے ناظر پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر
۴۷ نمبر مارکیٹ فریئر روڈ کراچی سے شائع کیا۔

نشانِ راہ

لیجئے عمران صاحب کو مجرم ٹکرایا بھی تو کیسا جو بھونکتا تھا۔ قریشی صاحب تو قیمتی مجرم ہی پکڑوانے کے چکر میں تھے۔ لیکن ہاتھ آگیا بھونکتا ہوا کرم۔۔۔۔ جی ہاں آپ چونکتے نہیں۔ ہم نے گذشتہ شمارے میں قیمتی مجرم کا اعلان کیا تھا لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ جب قریشی صاحب کہانی کے تانے بانے لیکر بیٹھے تو بات ہی دوسری ہو کر رہ گئی۔ انہوں نے بہت کوشش کی کہ اعلان کے مطابق پہلے سامنے قیمتی مجرم پیش کریں۔ مگر صاحب انکی قلم نے تو بلٹنے کا نام ہی نہیں لیا اب وہ کہانی کے ساتھ زبردستی تو کر نہیں سکتے تھے لہذا انہوں نے قلم کو آزاد چھوڑ دیا جسکے نتیجے میں بھونکتا مجرم سامنے آیا۔ اور اس نے عمران کو بھی بھونکنے پر مجبور کر دیا یہ ناول پڑھکر ہی آپکو معلوم ہوگا کہ مجرم نے کیسے کیسے گل کھلائے ملک کا دارالخلافہ مجرم کے [illegible] ہو گیا۔ فیاض صاحب بھی انگلی کٹا کر شہیدوں میں شامل ہو گئے۔

اب آئیے موجودہ حالات کی طرف مشرقی پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے اس سے آپ واقف ہی ہونگے۔ جالیہ ہنگاموں سے فائدہ اٹھا کر مفاد پرستوں نے اپنی مرضی کے مطابق دام بڑھانا شروع کر دیئے ہیں مشرقی پاکستان سے آنے والا نیوز پرنٹ بہت مہنگے داموں دستیاب ہو رہا ہے۔ اگر غلطی سے کسی دکاندار سے [illegible] پوچھو کہ میاں ایسا کیوں ہے تو جواب ملتا ہے ہم کیا کریں اور پوچھا جائے۔ خیر چھوڑیئے ان سیاست کی باتوں کو اور ناول شروع کیجئے پھر ہمیں اپنی قیمتی رائے سے آگاہ کیجئے تاکہ ہم آئندہ آپ کی پسند کے مطابق شائع کر سکیں۔۔۔۔۔ (آپ کا [illegible] خان)

گولی ونڈ اسکرین کو توڑ کر عمران کے بازو کو چھوتی ہوئی نکل گئی۔"

عمران نے ایک دم بریک لگائے ..... ٹوسیٹر ایک دھچکے کے ساتھ رک گئی۔

پھر وہ نیچے اتر آیا۔ اس نے گہری نظروں سے ارد گرد کا جائزہ لیا، مگر........

دور دور تک کوئی شے متحرک نظر نہیں آرہی تھی۔ ہر طرف گہرا سناٹا تھا۔ پتلی اور نیم پختہ سڑک بھی دور تک سنسان پڑی تھی۔ ہوا اگر بند ہو تو تپتی ہوئی دوپہر کا سکوت بھی بڑا روح فرسا ہوتا ہے۔

ہاں ـــــ! عمران بڑبڑایا۔ یہ کون بزرگوار ہیں اور کس جگہ قیام فرمائے ہوئے نشانہ بازی کی مشق فرما رہے ہیں۔

پھر وہ دروازہ کھول کر دوبارہ اسٹرنگ سیٹ پر بیٹھنے

لگا....

اور اسی لمحہ ایک اور دھماکہ ہوا۔ اور گولی پھر ونڈ اسکرین سے گزر کر پچھلے شیشے کو توڑتی ہوئی پار نکل گئی۔

اور اگر عمران سیٹ پر پوری طرح بیٹھ چکا ہوتا۔ تو یقیناً ہیڈ ٹانگ کا پہیہ خون میں لت پت ہو چکا ہوتا۔

کوئی کافی بڑے اسٹاف سے اسے چلائی گئی تھی۔ اور اس بات میں تو کوئی شبہ ہی نہ تھا کہ وہ جو کوئی بھی ہے اچھا نشانہ باز ہے

عمران نے اس بات کا بھی اندازہ لگا لیا تھا کہ یہ فائر ۳۰۳ کی رائفل سے کیا جا رہا ہے۔

عمران اب زمین پر لیٹ کر گاڑی کے پیچھے پوزیشن لے چکا تھا۔

وہ بہت دیر تک ادھر ادھر تاڑتا رہا مگر گرم دوپہر میں سورج کی آتشی لہروں کے سوا اور کچھ نظر آتا ہی نہ تھا۔

تاہم اتنا اندازہ اس نے لگا لیا تھا کہ فائر سامنے کی پہاڑی کی چوٹی سے کیا جا رہا ہے۔

سورج کی تپش اس قدر تیز تھی کہ عمران کا جسم جھلسا جا رہا تھا۔ نیچے زمین بھی تنور کی مانند دہک رہی تھی اور آنکھیں تیز شعاعوں سے چندھیائی ہوئی جا رہی تھیں۔

اور پھر عمران کے اندیشے کی تصدیق ہو گئی۔ اسے سامنے پہاڑی

پر چند لمحوں کے لئے ایک انسانی سایہ نظر آیا تھا۔ بلکہ اوپری جسم! یہ سایہ فوراً ہی پہاڑی کے پیچھے غائب ہو گیا تھا۔

اسی وقت ایک اور فائر ہوا۔ اور گولی عمران کے اوپر سے گزرتی چلی گئی۔ عمران نے غور سے دیکھا۔ اسے دور پہاڑی کی چوٹی پر رائفل کی بیرل نظر آئی۔ اس کی نظر نے دھوکہ نہیں کھایا تھا۔

لیکن اب وہ سخت الجھن میں تھا۔ نہ تو وہ آگ برساتے ہوئے سورج کے نیچے تپتی ہوئی زمین پر زیادہ عرصہ کے لئے لیٹ سکتا تھا۔ اور نہ ہی کھڑا ہو سکتا تھا۔ کیوں کہ اس صورت میں اس ماہر نشانچی کی گولی عمران کا پیٹ پھاڑ سکتی تھی۔

سنگ آرٹ سے بھی وہ کوئی فائدہ حاصل نہ کر سکتا تھا۔ کیونکہ فائر کرنے والا نظروں سے پوشیدہ تھا۔ اور سنگ آرٹ اسی وقت کار آمد ثابت ہو سکتا ہے جبکہ گولی چلانے والے کی حرکات و سکنات پر کڑی نظر رکھی جائے۔ اور اس کے ارادے کو فوری طور پر بھانپ لیا جائے۔ ورنہ سنگ آرٹ کوئی جادو تو نہیں ہے۔

برے پھنسے ......! عمران بڑبڑایا اس کا ذہن بہت تیزی سے کام کر رہا تھا۔ لیکن موجودہ صورت حال سے نمٹنے کی کوئی مناسب تدبیر اسے ابھی تک نہیں سوجھی تھی۔

گو عمران راہ فرار اختیار کر سکتا تھا۔ لیکن یہ بات اس کی جبلت کے خلاف تھی۔ اب وہ اتنا فراغ دل بھی نہ تھا کہ اپنے

اوپر فائر کرنے والے کو یوں کھلی چھٹی دیکر واپس چلا جاتا۔

پھر ——؟ عمران سوچنے لگا —— اب کیا کیا جائے

تب اس نے ایک انوکھا فیصلہ کر لیا۔ آج وہ نیا تجربہ کرنا چاہتا تھا۔

وہ سوچ رہا تھا.....

گولی اپنی جگہ سے فائر ہونے کے بعد ٹارگٹ تک پہنچنے میں ایک معمولی سا وقفہ ضرور لیتی ہے۔

اور اگر اسی معمولی سے وقفہ میں دھماکے کی آواز پر کان رکھ کر جسم کو حرکت دی جائے تو یقیناً گولی سے بچا جا سکتا ہے۔ اور بیرل نکلنے والا شعلہ بھی اس سلسلے میں معاون ثابت ہو سکتا ہے۔

وہ کچھ دیر زمین پر پڑا ہوا منصوبے کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا

پھر وہ ایک دم اوپر اٹھا۔ اور فوراً ہی لیٹ گیا۔

اتنی دیر میں پہاڑی سے فائر کیا جا چکا تھا اگر عمران کھڑا ہو جاتا۔ تو گولی ضرور جسم میں گھس جاتی۔ شاید سکنات پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔

عمران بھی اس بات کو بخوبی سمجھتا تھا اور یہی وجہ تھی کہ اس نے یہ چال چلی تھی۔

اوپر والی چال میں کامیاب ہو جانے کے بعد ہی عمران نے

اسکیم کے اگلے مرحلے میں قدم رکھ دیا تھا۔ اور وہ بہت ہی تیزی سے زمین پر کھڑا ہو گیا تھا۔

یہ ایک بہت ہی گہری چال تھی۔ جس میں اس کا حریف مات کھا گیا تھا۔ اگر عمران پہلی ہی مرتبہ اٹھنے کی کوشش کرتا تو ظاہر ہے دوسری طرف رائفل لوڈ ہوتی۔ اور حریف جو تاک میں بیٹھا تھا۔ اسے کھڑا ہونے کی مہلت نہ دیتا۔ عمران کا مقصد فائر کرا کے چیمبر کو خالی کرانا تھا۔ کیونکہ دوسری مرتبہ رائفل لوڈ ہونے کی صورت میں راؤنڈ کے میگزین سے چیمبر تک پہنچنے کے وقفے میں کھڑا ہو کر متحد ہو چکا تھا۔

عمران اس وقت بہت ہی ہوشیار اور چوکنا تھا۔ اس کی آنکھیں اوپر پیاڑ کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ دھوپ میں چہرہ سرخ انگارہ ہو رہا تھا۔ جیسے ابھی خون ابل پڑے گا۔ اس نے اپنی قوت سامعہ کو ہلکی سے ہلکی آہٹ سننے کے لئے پوری طرح بیدار کر رکھا تھا۔

اور پھر عمران کی توقع کے مطابق کچھ دیر بعد ہی فائر ہوا۔ لیکن عمران دھماکے کی گونج سے پہلے ہی بجلی کی طرح اچھل کر ایک جانب ہٹ گیا۔

گولی اس کے برابر سے نکلی چلی گئی تھی۔ اس کا تجربہ کامیاب رہا تھا۔

مگر یہ لمحات تجربہ کی کامیابی پر خوشی کے اظہار کے نہ رہے تھے اور اب وہ خود کو دوسری گولی کے لئے مستعد کر رہا تھا۔

اور پھر دوسرا فائر ہوا۔

مگر عمران پوری طرح چوکس تھا۔ یہ جان کا معاملہ تھا اور ذراسی غفلت اسے موت کے منہ میں دھکیل سکتی تھی۔

گولی اس بار بھی اس کے کوٹ کی آستین کو چھوتی ہوئی نکل گئی تھی۔

تیسری گولی کا انتظار عمران کے لئے سوہانِ روح بن گیا.....

بیرل اسی جگہ نظر آ رہی تھی۔ مگر اب فائر نہیں ہو رہا تھا۔

عمران سوچنے لگا........

شاید اب وہ کوئی چال چلنا چاہتا ہے۔

عمران ابھی خیالات کے گھوڑے دوڑا ہی رہا تھا کہ دفعتاً اسے یوں محسوس ہوا۔ جیسے کوئی پہاڑ اس پر آن گرا ہو۔

دوسرے ہی لمحہ وہ زمین پر تھا۔ اور اسے تین آدمیوں نے پکڑ رکھا تھا۔ ان میں سے دو تو کچھ زیادہ تن توش کے مالک نہ تھے مگر تیسرا جو عمران کے سینے پر چڑھا بیٹھا تھا۔ کسی دیو سے کم نہیں تھا اس کا جسم چار پانچ من سے کم نہ رہا ہوگا۔ گوشت کے اس ڈھیر کے نیچے عمران کی پسلیاں دبی جا رہی تھیں۔ لیکن وہ بری طرح بے بس تھا۔

باقی دو عمران کی تلاشی لینے میں مصروف ہو گئے۔ اور انہوں نے
ریوالور عمران کی جیب سے نکال لیا۔
سیدھے کھڑے ہو جاؤ!" موٹا اس کے اوپر سے ہٹتے ہوئے
غرایا۔
عمران چپ چاپ اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔
تب اس نے دیکھا کہ سامنے دو آدمی اور موجود ہیں اور
ان دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور ہیں۔
بھاگنے کی کوشش بے سود ہوگی۔" موٹے آدمی نے پھر کہا۔
میں آدمی کو سمجھتا نہیں ہوں۔
"میں ضرور بھاگ جاؤں گا۔" عمران کے چہرے پر حماقت
کے بادل چھا گئے —— تم مجھے پکڑ نہیں سکتے۔ میں ڈھائی گز کی
دوڑ میں پہلا انعام جیت کر عالمی چیمپئن بن گیا ہوں۔
تم بھاگ کر دیکھو!
پھر کیا ہوگا۔
ریوالور کی گولیاں تمہارے جسم میں گھس کر دوسری طرف بہت
بڑا سوراخ بنا دیں گی۔
کتنا بڑا —— ؟ عمران نے ہاتھ اٹھا کر پوچھا —— کیا اس
میں سے شتر مرغ گزر سکتا ہے۔

بکواس! موٹا غرایا۔ اور یہ بتاؤ کہ تم اس وقت کہاں سے آ رہے ہو۔"

ظاہر ہے کہ یہ سڑک لنشا آباد ہی سے آ رہی ہے اور لنشا آباد کے دوسری جانب گہرا سمندر ہے۔ لیکن مجھے اگر یہ پتہ چل جاتا کہ اس راستے میں کوئی پہلوان جی چھپے بیٹھے ہیں اور راہ گیروں کو پکڑ پکڑ کر کشتی لڑنے پر آمادہ کرتے ہیں تو کبھی اس طرف کا رخ نہ کرتا۔ ویسے تمہارے بدن میں گوشت کی بجائے ہوا بھری ہوئی معلوم ہوتی ہے۔

کیا مطلب ۔۔۔؟

کوئی مطلب نہیں! عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ بہرحال یہ اچھا ہوتا کہ کسی رستم زماں کو چیلنج کر کے دنگل کا انتظام کروا لیجئے۔ اس طرح بہتوں کا بھلا ہوتا۔ اور بات سے یہ اندازہ بھی ہو جاتا کہ تمہارے جسم میں سائیکل کے پمپ سے ہوا بھری گئی ہے۔ یا تمہیں گیس کا عارضہ ہے۔"

خاموش رہو! موٹا دہاڑا ۔۔۔ میں تمہیں ہوا میں اچھال دونگا۔ اور ...... اور ......

اور یہ کہ میں اوپر ہی سے کلٹی ہو جاؤں گا۔ تم شاید میری پراسرار قوتوں سے واقف نہیں ہو۔"

ان دونوں نے بیک وقت ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔

کیونکہ وہ حیرت انگیز طور پر عمران کو گولیوں سے بچا ہوا دیکھ چکے تھے۔

تم کون ہو؟ موٹے نے گرج کر پوچھا۔

میں خبیث روحوں کا چیرمین ہوں۔ میرے ایک اشارے پر مردے اپنی اپنی قبروں سے نکل کر پریڈ کرنے لگتے ہیں۔

"اسے لے چلو۔۔۔!" موٹے نے تلخ لہجہ میں کہا۔ یہ اس جگہ کچھ نہیں بتائے گا۔

پھر وہ پانچوں عمران پر لوٹ پڑے تھے۔ عمران نے کوئی مزاحمت نہیں کی تھی۔ وہ سب عمران ہی کی ٹوسیٹر میں بیٹھ گئے ایک آدمی اسٹیرنگ سیٹ پر پہنچ گیا تھا۔ پھر کار سڑک پر دوڑنے لگی۔ وہ سب بڑی مشکل سے اندر ٹھنسے ہوئے تھے۔

کچھ دور چل کر ٹوسیٹر بائیں جانب ایک کچے راستہ پر مڑ گئی دو فرلانگ چلنے کے بعد ہی عمران کو نیلے رنگ کی ایک وین کھڑی نظر آئی تھی۔

ٹوسیٹر وین کے قریب جا کر رک گئی۔ پھر وہ سب وین میں منتقل ہو گئے۔ وین کو بھی وہی آدمی ڈرائیو کر رہا تھا۔ جلد ہی وہ کچا راستہ ختم ہو گیا۔ اور اب وہ تیزی سے شہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ عمران کی ٹوسیٹر کو انہوں نے وہیں چھوڑ دیا تھا۔

آخر میں کب تک اس کیس کو انکواری میں رکھوں!"
فیاض جلے بھنے لہجہ میں اپنے اسسٹنٹ ناصر سے کہہ رہا تھا!"
افسران بالا نے میرا ناک میں دم کر رکھا ہے۔ وہ اس کیس کی مکمل تفصیلات جلد از جلد مانگتے ہیں اور تم ابھی تک ایک چڑیا کے بچے کو گرفتار نہیں کر سکے ہو۔"
لیکن...... لیکن جناب! وہاں کوئی موجود ہی نہیں تھا میرے سپاہیوں نے دور دور تک کا علاقہ چھان مارا مگر کوئی انسان تو کجا، قدموں کے نشانات تک نظر نہیں آئے۔
تو اس کا مطلب ہے پاور ہاوس کو کسی نادیدہ قوت نے تباہ کر دیا ہے۔ فیاض نے زیر لب مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔
نہیں جناب! میں ایسے خیالات تو نہیں رکھتا۔ بہر حال میں نے اپنے فرض میں کوتاہی نہیں کی ہے۔
تم نے عملہ کے لوگوں سے پوچھ گچھ کی تھی؟۔
عملہ کا کوئی فرد زندہ نہیں بچا تھا۔

کچھ لوگ تماشہ دیکھنے کے لئے تو وہاں ضرور پہنچے ہوں گے"
فیاض نے پوچھا ۔
جی ہاں ۔۔۔ ! پاور ہاؤس میں آگ لگی دیکھ کر بہت سے
لوگ وہاں جمع ہو گئے ۔
پھر تم نے ان ہی میں سے دو چار کو فٹ کر دیا تھا ۔
ہو جی ۔۔۔۔۔۔" انسپکٹر ناصر نے حیرت سے فیاض کے چہرے
کی طرف دیکھا ۔
ایسا ہی ہوتا ہے !" فیاض کہنے لگا ۔۔۔ جب مجرم نظر نہ آئیں
تو موقع پر موجود لوگوں میں سے چند ایک کو پکڑ لیا جاتا ہے ۔
مگر جناب ۔۔۔۔۔!
کچھ نہیں ۔۔۔! فیاض نے تلخ لہجہ میں کہا ۔ یہ فیصلہ کرنا
عدالت کا کام ہے کہ ملزم بے قصور ہے یا اس سے جرم سرزد
ہوا ہو ۔ ہمارا کام ملزم کے خانے میں کسی کو فٹ کر کے عدالت
میں پیش کر دینا ہے ۔
انسپکٹر ناصر سر جھکائے خاموشی سے فیاض کی گفتگو سن رہا
تھا ۔

پھر وہ دھیمے لہجہ میں کہنے لگا ۔
یہ تو آپ نے ٹھیک فرمایا جناب !" مگر کسی بے گناہ ۔۔۔۔
خاموش رہو !" فیاض نے بیزاری سے کہا میں کہہ چکا ہوں

کہ ان خطوط پر سوچنا عدالت کا کام ہے۔

"غرض ـــــ!

ہاں۔" فیاض نے سخت آواز میں کہا۔ ابھی بچے ہو۔"
پولیس کی نوکری کو چند دن ہوئے ہیں۔ اگر اس محکمہ میں نام اور مقام پیدا کرنا چاہتے ہو۔ تو جائز ناجائز کے چکر کو چھوڑ دو۔ ورنہ تم اس لائن میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔

فیاض نے چند لمحوں کے لئے رک کر سگریٹ جلائی پھر کہنے لگا۔

جاؤ!" اور جلد اس کیس سے متعلق مجھے مکمل رپورٹ دو۔"
تم میری بات سمجھ گئے ہونا ـــــ؟

جی ہاں ـــــ! انسپکٹر ناصر نے کسی قدر مغموم لہجہ میں کہا پھر سلام کر کے باہر آ گیا۔

دھماکہ اس قدر زبردست تھا کہ پورا شہر لرز کر رہ گیا۔

لوگ دہشت زدہ ہوکر گھروں سے باہر نکل آئے۔ عورتوں نے چیخنا چلانا شروع کر دیا۔ اور بچوں نے خوفزدہ ہوکر ماؤں کی گودیوں میں اپنے منہ چھپا لئے۔

انتظامیہ پوری طرح حرکت میں آچکی تھی۔ پولیس اور فائر بریگیڈ کی گاڑیاں سڑکوں پر اندھا دھند دوڑ رہی تھیں۔ پورے شہر میں ایک کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ ہر شخص سراسیمہ تھا۔

فیاض بھی گھبرا کر اپنی کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا تھا اور اب وہ لپکتا جھپکتا رحمان صاحب کے کمرے کی طرف چلا جا رہا تھا۔

"میں آسکتا ہوں جناب!"

"آجاؤ!" رحمان صاحب نے دروازہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

فیاض اندر داخل ہوگیا۔ رحمان صاحب کے چہرے پر بے چینی اور اضطراب کے تاثرات کو اس نے صاف طور پر محسوس کر لیا تھا۔

"یہ...... یہ...... یہ دھماکہ جناب!" اس نے ہکلاتے ہوئے کہا۔

"دھماکہ کی آواز میں نے بھی سن لی ہے۔" رحمان صاحب ناگواری سے کہا۔ "اور اگر تم اس بارے میں کوئی روایات بتانے آئے ہو، تو اسے جلدی سے کہہ ڈالو۔"

اور تو کچھ نہیں جناب! مگر دھماکہ بہت زبردست تھا۔

آجکل شہر میں دہشت پسندوں کا کوئی ٹولہ سرگرم عمل ہے۔ ایک ماہ کے اندر یہ تیسرا ہولناک واقعہ ہے۔ سب سے پہلے ایک ٹرین اڑادی گئی تھی۔ پھر پاور ہاوس کو تباہ کیا گیا۔ اور یہ آج کا دھماکہ بھی کچھ کم دھماکہ خیز معلوم نہیں ہوتا۔ اس بار بھی دہشت پسندوں نے کسی اہم جگہ کو نشانہ بنایا ہوگا۔

جناب فیاض کہنے لگا۔ ان واقعات کی پشت پر انڈونیشیا کا ہاتھ بھی تو ہو سکتا ہے۔

ہاں، یہ بھی ممکن ہے۔ رحمان صاحب نے جواب دیا۔ انڈونیشیا سے اسوقت ہمارے تعلقات سخت کشیدہ ہیں ممکن ہے وہ اپنی اس قسم کی سرگرمیوں سے ہمارے عوام میں بے چینی اور انتشار پیدا کرنا چاہتا ہو۔ اگر کسی ملک کے عوام کو خوفزدہ کر کے حوصلے پست کر دیئے جائیں تو اس پر قبضہ آسان ہو جاتا ہے یوں بھی اس وقت ہماری سرحدوں پر انڈونیشیا کی فوجیں کثرت سے جمع ہو رہی ہیں اور وہ کسی بھی وقت حملہ کر سکتی ہیں۔

کیا ہماری حکومت ان حالات سے بے خبر ہے؟ فیاض نے پوچھا۔

جی ہاں! سابقہ تجربہ ہمارے فوجوں نے بھلا یا نہ ہوگا۔ اس بات کو یاد مت کرو۔ رحمان صاحب نے غم آلود لہجہ میں

کہا۔ اس جنگ میں ہمارے جرنیلوں کو اپنی غلطی کی بہت بڑی سزا ملی ہے۔ ہماری حکومت نے بھی ہمیں اصل حالات سے بے خبر رکھا۔ اس جنگ میں ہمارا بہت نقصان ہوا تھا۔ یہ تو کچھ خدا کی مہربانی اور اسی نظر کرم تھی۔ کہ ہم اپنے سے کئی گناہ دشمن سے ٹکر لینے میں کامیاب ہو گئے ورنہ ....

لیکایک ٹیلی فون کی گھنٹی بجی .... اور رحمان صاحب بات ادھوری چھوڑ کر ریسیور اٹھا لیا۔

" ہیلو، اٹ از رحمان اسپیکنگ ......"

فیاض نے دیکھا رحمان صاحب بہت غور سے دوسری طرف کی گفتگو سن رہے تھے۔ ان کے چہرے کا رنگ اچانک بدل گیا تھا اور آنکھوں سے حیرت مترشح تھی۔

" ایٹمی ریسرچ سینٹر کو اڑا دیا گیا ہے۔" رحمان صاحب نے ریسیور رکھ کر گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ چلو! ہمیں ابھی وہاں چلنا ہے۔

پھر وہ تیز تیز قدموں سے چلتے ہوئے آفس کے باہر آ گئے۔ اور کچھ دیر بعد ان کی جیپ ایٹمی ریسرچ سینٹر کی طرف بڑھ رہی تھی فیاض رحمان صاحب کے برابر ہی بیٹھا تھا۔

دروازہ بہت مضبوط تھا۔ دیواروں میں کھڑکیاں اور روشندان بھی نہیں تھے۔ فرار کی تمام ہی راہیں محدود تھیں

بہت ترے کی۔ ! عمران بڑبڑایا۔ یہ کمبخت تو حفظانِ صحت کے اصولوں سے قطعی ناواقف نظر آتے ہیں اور کچھ نہیں تو تازہ ہوا کے لئے دیوار میں ایک آدھ موکھا ہی بنوا دیتے۔

دفعتاً دروازے پر آہٹ ہوئی۔

اور عمران نہایت تیزی سے بستر پر آکر لیٹ گیا اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ اور اس کے خراٹے۔ کمرے کے اندر گونج رہے تھے۔"

کچھ دیر بعد دروازہ کھلا ـــــ اور دو آدمی اندر داخل ہوئے وہ دونوں اچھے جسم کے مالک تھے۔ اور دونوں کے ہاتھوں میں ریوالور دبے ہوئے تھے۔

ان میں سے ایک دروازہ کے قریب ہی رکا ہوا اور دوسرا عمران کی طرف بڑھنے لگا۔ جو دوسری جانب کروٹ لئے ہوئے خراٹوں کی مشین چلا رہا تھا۔

عجیب الشان ہے۔ پستول والے نے مڑ کر اپنے ساتھی سے کہا۔ خطرے میں گھرا ہونے کے باوجود کیسی گہری نیند سو رہا ہے۔"

یتیم معلوم ہوتا ہے اور دوسرے آدمی نے ہنس کر کہا۔ یا پھر اس کی بیوی اسے چھوڑ کر بھاگ گئی ہے۔

دوسرا آدمی بھی ہنسنے لگا.......

پھر وہ عمران کے بالکل نزدیک چلا گیا۔ اس نے ریوالور والا ہاتھ آگے بڑھا دیا۔ اور اس کی نال عمران کی کمر میں گاڑ دی

کون ہے بے! عمران نے خواب ناک لہجہ میں کہا۔ وہ اسی طرح دوسری جانب منہ کئے بے حس و حرکت لیٹا تھا۔

ملک الموت...... ! پستول والے نے کہا۔

بھاگ جاؤ! میں ابھی مرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"بکومت! سیدھی طرح اٹھ کھڑے ہو۔" ریوالور والے نے سخت لہجہ میں کہا۔

دفع ہو جاؤ! اور مجھے آرام کرنے دو۔"

یہ تو پاگل معلوم ہوتا ہے۔" ریوالور والے نے اپنے دوسرے ساتھی سے کہا۔

یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی حسین خواب دیکھ رہا ہو۔

اسے منظر! اٹھو کھڑے ہو! اس بار ریوالور کے دستہ پر اس نے اپنے ہاتھ کا دباؤ سخت کر دیا تھا۔

لیکن عمران تو گویا گھوڑے اور بھینس بکریاں سب کچھ بیچ کر سو یا تھا۔

ریوالور والا زیادہ صبر نہ کر سکا۔ اس نے عمران کو بری طرح جھنجوڑ ڈالا۔

ک ک ک کیا ہے۔ بھائی ......" عمران نے حیرت سے آنکھیں پھاڑتے ہوئے کہا۔ کیوں ہمارے خواب میں دخل انداز کررہے ہو۔"

اٹھو! ہمارے ساتھ چلو۔" ریوالور والا غرایا۔

نہ نہ نہ نہیں!" ہم کہیں نہیں جائیں گے۔" اگر اس وقت ہمیں امریکہ کی صدارت بھی پیش کی جائے تو اسے باٹا کی پائیدار جوتوں کی ٹھوکروں میں اڑا دیں گے۔

سیدھی طرح کھڑے ہو جاؤ! پستول والا اب واقعی غصہ میں آگیا تھا۔ ورنہ........

ورنہ کیا کرلو گے جی تم میرا۔" عمران نے چڑچڑے پن سے کہا جاؤ! اور ہمیں ان حسین خوابوں میں دوبارہ واپس لوٹ جانے دو۔"

پھر عمران نے تیزی سے دوسری طرف کروٹ لی اور خراٹے کمرے میں گونجنے لگے۔

"یہ تو سچ مچ پاگل ہے۔" اب تو مجھے بھی شبہ ہونے لگا ہے۔" دروازے کے قریب کھڑے ہوئے آدمی نے کہا۔

پھر وہ بھی عمران کے بیڈ کے نزدیک پہنچ گیا۔ تب ان دونوں نے عمران کو مضبوطی سے پکڑا۔ اور اٹھا کر زمین پر کھڑا کر دیا۔

ہائیں۔ !یہ کیا، عمران نے بوکھلا جانے والے انداز میں کہا۔"

بکواس بند کرو! اور خاموشی سے ہمارے ساتھ چلو ورنہ........

ورنہ کیا ــــ ؟ عمران نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

ورنہ میں تمہاری کھوپڑی میں سوراخ کر دونگا۔"

ضرور کر دو! میں اس سوراخ کے بارے میں پہلے بھی بہت کچھ سن چکا ہوں۔"

سنا ہو گا۔" ریوالور والے نے بیزاری سے کہا۔ اب تو تم ہمارے ساتھ چلنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔"

پھر وہ دونوں ریوالور کی نال پر عمران کو لئے ہوئے دروازہ کے باہر آ گئے۔"

طویل کوریڈور سنسان پڑا تھا۔ جیسے اس عمارت میں ان تینوں کے علاوہ کوئی اور موجود نہیں ہے۔

عمران ان دونوں کے درمیان میں نہایت لاپرواہی سے چل رہا تھا۔ پھر اس نے ایک فلمی گیت الاپنا شروع کر دیا۔

چلے ہیں دل والے لوگ ....

⊙
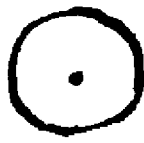
کمرے کے اندر داخل ہوتے ہی عمران کی آنکھیں چندھیا کر رہ گئیں۔

رنگ برنگی تیز روشنیوں نے اسے بار بار پلکیں جھپکانے پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ خوبصورت کمرہ کافی کشادہ تھا۔ فرش پر بیش قیمتی قالین بچھے ہوئے تھے اور دیواروں پر نادر تصاویر آویزاں تھیں اور اس فانوس کی خوبصورتی کا تو کوئی ٹھکانہ ہی نہ تھا جو اوپر چھت سے لٹک رہا تھا۔ اور اس سے رنگ برنگی روشنیاں پھوٹ رہی تھیں۔"

مگر وہ تو ایک واہیات ہی چیز تھی جسے دیکھ کر عمران اچانک چونک پڑا تھا۔

کمرے کے بیچوں بیچ قالین پر ایک شخص سر کے بل کھڑا ہوا تھا الٹا ہونے کے سبب عمران اس کی شکل و صورت کا صحیح اندازہ نہ کر سکا۔

تاہم وہ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ اس کے چہرے پر فرنچ کٹ داڑھی تھی۔ اور وہ کوئی امیر آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ اور بغیر پلک جھپکائے عمران کی طرف دیکھ رہا تھا۔"

نزدیک ہی ایک بے حد حسین لڑکی کھڑی تھی۔ اس کا جسم نہایت موزوں اور پرکشش تھا۔ اور اس میں کسی مرد کو فوری طور پر اپنی جانب متوجہ کر لینے کی تمام تر صلاحیتیں موجود تھیں۔

عمران نے دیکھا۔۔۔ کہ لڑکی کی شوخ نگاہیں اس پر جمی ہوئی ہیں۔ لیکن چہرے کے تاثرات سے کسی خاص کیفیت کا اظہار نہیں ہو رہا تھا۔

دیکھنے ڈیڈی...... لڑکی اس اوندھے شخص کے قریب چلی گئی ۔۔۔ یہ صاحب آپ سے ملنے آئے ہیں۔

ہوں ۔۔۔ کمرے میں ایک پاٹ دار آواز گونجی۔

اس نوجوان سے کہو کہ سر کے بل چل کر ہمارے حضور

میں بیٹھی ہو۔

لیکن ڈیڈی..... ! لڑکی کے چہرے پر الجھن کے آثار نظر آنے لگے..... دیکھئے نا........

کچھ نہیں !...... اسے ہمارا حکم ماننا پڑے گا۔ ورنہ تم جانتی ہو کہ ہم طیش میں آ کر کیا کچھ کر ڈالتے ہیں۔

مگر ڈیڈی، یہ بہت شریف آدمی ہیں۔"

ہونے دو شریف آدمی ! سر کے بل کھڑے ہونے سے خرافت اور نکھر آتی ہے۔

لڑکی کے چہرے پر الجھن کے آثار نمایاں ہو گئے۔ اس نے بے لبسی سے عمران کی طرف دیکھا، لیکن دوسرے ہی لمحہ وہ اچھل پڑی۔"

عمران بھی سر کے بل کھڑے ہو کر دونوں ہاتھوں کے سہارے چلتا ہوا بڈھے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

خوب ! بہت خوب !! بڈھا خوشی سے چلانے لگا۔ تم ہماری توقعات کے عین مطابق ہو۔ ہم آج ہی تمہیں تخت طاؤس عطا کریں گے۔ تم چاہو تو ہم سے دنیا کی بادشاہت بھی مانگ سکتے ہو۔"

غلام کورنش بجا لاتا ہے ! عمران کی آواز کمرے میں گونجی۔
تم کورنش بجا ڈ، یا ہارمونیم ! ہمیں تمہاری ادا بہت پسند آئی ہے
اس نے خوش ہو کر کہا۔

عمران اب اس کے بالکل نزدیک پہنچ گیا تھا۔

شاباش...... شاباش! ہاں یہ تو بتاؤ کہ تم سر کے بل کس رفتار سے بھاگ سکتے ہو۔"

جتنی تیزی سے خلائی جہاز چاند پر پہنچ جاتا ہے۔" عمران نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

ویری گڈ! ہم تم سے مل کر بہت خوش ہوئے ہیں۔ اور اتنے خوش، کہ اگر خوشی میں پھٹ پڑیں تو ایٹم بم سے زیادہ مہلک ثابت ہوں گے۔ لیکن یاد رکھو، کہ جب ہم غصے میں آتے ہیں تو ہمارے جسم سے شرارے نکلنے لگتے ہیں۔ اور ارد گرد کی چیزیں جل کر بھسم ہو جاتی ہیں تم خیال رکھنا کہ ہم غصہ میں نہ آجائیں ورنہ......

ڈیڈی! اب تو......" لڑکی نے اس کی بات قطع کر دی۔

تم چپ رہو جی! بڈھے نے قدرے ناگواری سے کہا۔

ہم اس وقت ہمدردی باتوں میں مصروف ہیں۔ تم چاہو تو کچھ دیر کھجور کے درخت پر چڑھ کر راگ مالکوش الاپ سکتی ہو

ڈیڈی یہ شریف آدمی......

پھر وہی شریف آدمی! بڈھے نے تنک کر کہا۔ کبھی شریف آدمی صرف وہ ہے جو سر کے بل کھڑا ہو سکتا ہو۔"

پھر وہ عمران سے مخاطب ہوا۔
ہاں تو برخوردار! کیا نام ہے تمہارا ___ ؟
چُو چُو! عمران نے مختصراً کہا۔
چو چو ...... " بڈھا ایک لمحے کے لئے حیران ہوا۔
پھر بولا۔
اچھا! یعنی مسٹر چو چو۔" ویری گڈ! ایسے نام مجھے بہت پسند ہیں...... اور اگر تمہارے نام کے نصف حصے کے آگے "ر" کا اضافہ کردیا جائے تو تمہاری شخصیت زیادہ اجاگر ہو جائے گی۔
چور ...... ! لڑکی نے ذرا کھینچ کر کہا۔
ہاں ہاں! بڈھے نے کہا۔ چور ہونا کوئی معیوب بات تو نہیں کسی انسان کا مال ہتھا کر اسے فکر و نگہبانی سے آزاد کر دینا انسانیت کی خدمت ہے۔
میرے نام کے آگے بہت سے لفظوں کا اضافہ کیا جا سکتا ہے۔" عمران نے لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ مگر میں اپنے نام کے آگے لفظ "م" کا اضافہ کرنا چاہوں گا۔"
یعنی چو ...... م! بڈھے نے عمران اور پھر لڑکی کی طرف دیکھتے ہوئے کہی۔
لڑکی شرما سی گئی۔

پھر بولی۔
ڈیڈی حمبا ہنک اب ختم کیجئے۔" آپ کے بھونکنے کا ٹائم
ہو رہا ہے۔
اوہ! ہمیں تو خیال ہی نہ رہا۔" بڈھا تیزی سے سیدھا
کھڑا ہوگیا۔
پھر بولا۔
کیا کتا تیار ہے؟
تیار رہنا ہی چاہئے "۔"
ٹھیک ہے۔" اس وقت تک ہم اس نوجوان سے گفت و
شنید کریں گے۔
پھر وہ عمران کی طرف گھوما۔
اے مسٹر چوچو....... اب سیدھے کھڑے ہوجاؤ!
عمران سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اس کا چہرہ سرخ ہوگیا تھا اتنی
دیر سر کے بل کھڑا رہنا معمولی بات نہیں تھی۔
دیکھو مسٹر چوچو! بڈھا کہہ رہا تھا۔ ہم نے تمہیں پسند کرلیا ہے
تم خود کو ہماری بیٹی کی زوجیت میں رہ کر یقیناً خوشی محسوس کروگے
جی..... ! عمران نے آنکھیں پھاڑ کر بڈھے کی طرف دیکھا
اوہ! بڈھے کو شاید اپنے الفاظ کی غلطی کا احساس ہوگیا
ہم کہنا یہ چاہتے تھے کہ تم ہماری بیٹی کو اپنی زوجیت میں قبول

کرکے بہت مسرت محسوس کرو گے۔

لیکن ....

کچھ نہیں! بڈھے نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ ہم تمہیں اپنی فرزندی میں از بردستی قبول کرلیں گے۔ ہمیں تم ہی جیسے آدمی کی ضرورت تھی۔ اور ہمیں تمہارے حصول میں بڑے پاپڑ بیلنے پڑے ہیں۔

ہائیں ۔۔ ! عمران نے پلکیں جھپکائیں۔ ہم تو پہلے ہی پانچ عدد بیویوں کے بلا شرکت غیرے مالک ہیں اور ہر بیوی سے پانچ پانچ درجن بچے موجود ہیں۔

ہم کچھ نہیں جانتے! بڈھے نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔ تمہیں لے بی سے بیاہ کرنا ہوگا۔ تم اپنی پانچوں بیویوں اور ان کے بچوں کی فوج کو زہر دیکر ہلاک کر سکتے ہو اس سلسلے میں تمہیں وافر مقدار میں مہلک زہر فراہم کیا جا سکتا ہے۔

پھر بڈھا لڑکی سے مخاطب ہوا۔

بلبل! بیٹی سنبھالو اپنے اس ہونے والے شوہر کو ہم اب "مجونک" سے شغل فرمائیں گے۔

پھر بڈھے نے گھنٹی بجائی۔

اور فوراً ہی دو آدمی اندر داخل ہوئے۔ ان کے ساتھ ایک السیشن کتا بھی تھا۔ کتے کے گلے میں دو زنجیریں تھیں۔ جنہیں وہ دونوں آدمی دائیں بائیں سے مضبوطی کے ساتھ تھامے

ہونے تھے۔ اور کیفیت کچھ ایسی تھی کہ کتا پوری طرح گرفت میں تھا
ہُر ادھر حرکت نہ کر سکتا تھا۔
بڈھے نے کتے کو دیکھتے ہی ایک زبردست قہقہہ لگایا۔ اب
اس کے ہاتھ میں ایک چھڑی بھی تھی
پھر وہ کہنے لگا۔
تیار ہو جاؤ اے سگِ لیلیٰ کے بھتیجے۔ کہ میرا تیرا مقابلہ
شروع ہوتا ہے۔
اس کے بعد بڈھا بالکل کتے کی طرح غرایا۔ اور پھر اچل کر کتے
کے سر پر ایک چھڑی رسید کر دی۔
کتا جوش میں آکر پوری قوت سے بڈھے کی طرف منہ اٹھا کر
بھونکنے لگا۔
اور کتے کی آواز کے ساتھ ہی بڈھے نے بھی اسی طرح
بھونکنا شروع کر دیا تھا۔ وہ جبڑا پھاڑ پھاڑ کر کتے کے ساتھ
پوری قوت سے چیخ رہا تھا۔
بھوں.... بھوں.... بھوں.... بھوں بھوں....
کتا کچھ دیر بھونک کر خاموش ہو گیا۔ مگر بڈھے کی طرف دیکھ کر
وہ نہایت غیظ کے عالم میں غرا رہا تھا۔
بڈھے نے پھر کتے کے سر پر چھڑی ماری۔
اور کتا پھر بری طرح بھونکنے لگا۔

بڈھا بھی اپنی پوری قوت سے شروع ہوگیا۔ وہ پاگلوں کی مانند اچھل اچھل کر کتے کے ساتھ بھوں بھوں کر رہا تھا اور کتا بے چارا بے بس تھا۔ ورنہ آزاد ہوتا تو اس کریک بڈھے کو چبا ہی کھاتا۔

یہ بھوں بھوں کا مقابلہ جاری ہی تھا کہ ایک عجیب بات ہوئی۔

بڈھے اور کتے کی آوازوں میں تیسری آواز کا اضافہ ہوگیا۔

اور وہ آواز یقیناً عمران کی تھی۔

وہ یہ تماشہ دیکھ کر تیزی سے آگے بڑھ آیا تھا۔ اور بڈھے کے ساتھ مل کر کتے کے سامنے گلے کی پوری طاقت سے بھوں بھوں کر رہا تھا اس کی آواز میں کتے اور اس کریک بڈھے کی آوازیں دب کر رہ گئی تھیں پورا کمرہ بے ہنگم اور فلک شگاف قہقہوں سے گونج رہا تھا۔

بڈھا رک کر بڑی حیرت سے عمران کی طرف دیکھنے لگا۔

مگر عمران اپنے کام میں مصروف تھا۔

کتے نے عمران کو مقابل دیکھ کر اور شدت سے بھونکنا شروع کر دیا۔

مگر عمران پر تو اس وقت دیوانگی طاری تھی وہ اس طرح اچھل اچھل کر کتے پر جھپٹ رہا تھا گویا اس کو پھاڑ ہی کھائے گا۔

اس کی پھونک نے تو پوری عمارت کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔
اور پیچھے کھڑی ہوئی لڑکی حیرت ناک نظروں سے عمران کی طرف دیکھ رہی تھی۔

O

شہر کی مشہور شاہراہ کنگ روڈ پر اس وقت ٹریفک کا اژدہام تھا۔
کاریں، ٹیکسیاں، رکشا، ٹرک بائیسکل اسکوٹر اور ہمہ اقسام کی سواریوں کا تانتا بندھا ہوا تھا۔
ہر چند کہ اس چوراہے پر ٹریفک سگنل نصب تھا۔ لیکن بے پناہ رش پر قابو پانے کے لئے ٹریفک پولیس کے دو سپاہی بھی اس جگہ متعین تھے۔ دراصل یہ سڑک شہر کی مشہور ترین سڑک کہلاتی تھی۔
اس وقت مین روڈ کا ٹریفک بند تھا۔ لائٹ سگنل کی ہری روشنی دوسری سڑک کے ٹریفک کو کراس دے رہی تھی۔
اور اسی وقت مین روڈ پر شمال کی جانب سے ایک سرخ

رنگ کی ٹویوٹا بہت تیزی سے دوڑی چلی آرہی تھی۔ گو اس وقت مین روڈ کا ٹریفک بند تھا اور اس طرف سگنل کی سرخ روشنی اسٹاپ لائن پر ٹھہرنے کا اشارہ کر رہی تھی۔ مگر........ سرخ ٹویوٹا نے سگنل کی کوئی پرواہ نہیں کی اور وہ سامنے سے گزرتے ہوئے ٹریفک سے ایک پرشور آواز کے ساتھ ٹکرا گئی۔"

زبردست دھماکے کی آواز دور تک سنی گئی پولیس کے دونوں سپاہی جائے حادثہ کی طرف دوڑ پڑے اور چند منٹوں میں بے شمار افراد اس جگہ جمع ہو گئے۔

پولیس والوں نے آگے بڑھ کر دیکھا۔"

اسٹیرنگ وھیل میں ایک حسین لڑکی کا جسم الجھا ہوا تھا۔ دراصل گاڑی بہت زور سے ٹکرائی تھی۔ اور ایک نازک اندام لڑکی اس کی شدت کو برداشت نہیں کر سکتی تھی۔

شاید ختم ہو گئی بے چاری! ایک پولیس والے نے کہا۔"

"ممکن ہے بے ہوش ہو۔" دوسرے نے جواب دیا۔ بہر حال اس بات کا فیصلہ ڈاکٹر ہی زیادہ بہتر طور پر کر سکتا ہے ہمیں اسے فوراً ہاسپٹل پہنچا دینا چاہیئے۔"

بہتر ہے کہ تم تھانے کو فون کر دو! پہلے سپاہی نے کہا۔ انچارج موقع پر پہنچ کر پہلے رپورٹ مرتب کرے گا۔

اور اس زخمی کو اسی طرح مرنے دیا جائے۔" سپاہی نے اپنے

ساتھی سے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔"

پیچھے سے مسلسل ہارن بجائے جا رہے تھے۔ دور تک گاڑیاں کی قطار نظر آ رہی تھی۔ جو گاڑیاں اسی وقت وہاں پہنچی تھیں۔ انہیں شاید حادثہ کا علم نہیں تھا۔

سپاہیوں نے لڑکی کو کار سے باہر نکال لیا۔

نزدیک ہی ایک ٹیکسی کھڑی تھی۔ جس میں چند سواریاں بیٹھی ہوئی تھیں۔ پولیس والوں نے انھیں نیچے اتار کر ٹیکسی خالی کرالی۔

سپاہیوں نے لڑکی کو پچھلی سیٹ پر احتیاط سے لٹا دیا۔ پھر ٹیکسی ہاسپیٹل کی طرف روانہ ہوگئی ایک سپاہی چوراہے پر ہی رکا رہا تھا

O

فیاض کا موڈ آج بے حد خراب تھا۔

وہ صبح ہی سے بات بات پر اپنے ماتحتوں پر بگڑ رہا تھا۔ اور چپراسی کو تو آج اس نے بہت ہی بری طرح جھاڑا تھا۔

ڈسپیچ کلرک بھی آج اس کے عتاب سے نہ بچ سکا تھا اس

سے ایک امپارٹنٹ لیٹر گم ہو گیا تھا۔ اور اس حادثہ سے وہ اس قدر بدحواس تھا۔ کہ چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اور ہاتھ پیر بری طرح کانپ رہے تھے۔

فیاض غضبناک لہجہ میں کہہ رہا تھا۔

آخر اس قدر اہم لیٹر تم نے اتنی لاپرواہی سے کیوں رکھ دیا۔

نہ نہ نہیں جناب! ......میں......میں ......میں نے تو اسے سیکرٹ فائل میں بہت محفوظ رکھا تھا۔

پھر وہ فائل سے کہاں چلا گیا۔

میں خود حیران ہوں جناب! کلرک کانپتی ہوئی آواز میں کہنے لگا میں نے کل شام وہ خط فائل میں رکھ کر اسے مقفل کر دیا تھا۔

پھر کون لے گیا۔ اس خط کو! فیاض برس پڑا تم ایک گھنٹے کے اندر وہ لیٹر تلاش کر کے میرے پاس لاؤ۔ ورنہ میں تمہیں سسپنڈ کر دوں گا۔"

بہتر ہے جناب! کلرک نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ اور پھر دوبارہ خط کی تلاش میں مصروف ہو گیا۔"

دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجی! اور فیاض نے ریسیور اٹھا لیا۔

"ہیلو ......"، کیپٹن فیاض اسپیکنگ!

میں بول رہی ہوں!" دوسری جانب اس کی بیوی تھی آج ذرا جلد گھر آ جایئے گا۔"

کیوں ......؟"

شکور بھائی کی لڑکی کی منگنی میں شرکت کرنی ہے۔

تم چلی جانا بیگم! میں .... میں ....

نہیں نہیں! آپ ضرور ساتھ چلیں گے۔" دوسری طرف سے نادرہ

نما ہی آواز آئی۔ پھر فون بند کر دیا گیا تھا۔"

فیاض نے رسیور رکھ دیا۔ اور اسی لمحہ دوبارہ فون کی گھنٹی بجنے

لگی۔"

میں کیپٹن فیاض بول رہا ہوں۔" اس نے اپنے مخصوص لہجہ

میں کہا

جناب پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی ہے۔"

دوسری جانب سے کہا گیا۔

کون سے پوسٹ مارٹم کی۔!" فیاض نے پوچھا۔"

کنگ روڈ کے چوراہے پر ایکسیڈنٹ والے کیس کی۔ میں کنگ

روڈ پولیس اسٹیشن سے انسپکٹر داؤد بول رہا ہوں۔

ٹھیک ہے۔" پھر تم مجھے مکمل تفصیلات سے آگاہ کرو۔

لڑکی ایکسیڈنٹ سے ہلاک نہیں ہوئی ہے۔

پھر — ؟

اسے زہر دے کر ہلاک کیا گیا ہے۔"

زہر — ؟

جی ہاں۔" پوسٹ مارٹم کی رپورٹ میں یہی تحریر ہے۔"

اور کچھ ۔ ؟

رپورٹ میں لکھا ہے جناب! انسپکٹر بتانے لگا۔ کہ لڑکی کی موت ایک ایسے زہر سے واقع ہوئی ہے جو بتدریج اپنا اثر کرتا ہے اور کچھ دیر بعد اچانک حرکت قلب بند ہو جاتی ہے

لڑکی کے متعلق کچھ پتہ چلا ۔ ؟

وہ ایک صنعتکار کی بیٹی تھی جناب! اور گورنمنٹ سینٹرل کالج میں سکینڈ ایر میں پڑھ رہی تھی ۔

اس صنعتکار کا نام ۔ ؟

سیٹھ ہارون! وہ ایک ٹیکسٹائل مل کا مالک ہے ۔"

کیا تم نے تفتیش مکمل کرلی ہے ۔"

فیاض نے پوچھا۔

نہیں جناب! میں نے پہلے آپ کو اطلاع دینا مناسب سمجھا۔

اچھا ٹھہرو! فیاض نے کہا۔ میں تھانے میں پہنچ رہا ہوں ۔

سیٹھ ہارون کی رہائشگاہ کہاں ہے ۔

شاہ ون ٹریڈنگ سوسائٹی جناب!

ٹھیک ہے میں ابھی آرہا ہوں ۔

پھر فیاض نے رلیسور رکھ دیا۔

O

عمران کو نہیں معلوم تھا کہ وہ حسین لڑکی کب اس کے پیچھے آ کھڑی ہوئی تھی۔

عمران ابھی تک اس پاگل بڈھے کے یہاں مقیم تھا۔ اسے رہائش کے لئے ایک نہایت آراستہ کمرہ دیدیا گیا تھا۔ جس میں آسائش کی ہر چیز موجود تھی۔ اور عمران اس وقت بھی اسی سوچ میں غرق تھا۔ کہ بڈھا واقعی پاگل ہے۔ یا وہ کوئی بہت بڑا ایکٹر ہے۔"

کس کے تصور میں کھڑے ہوئے ہیں آپ!" پیچھے سے آواز آئی۔"

عمران نے مڑ کر دیکھا۔

وہی خوبصورت لڑکی حسن و شباب کا مجسمہ بنی اس کے سامنے کھڑی ہوئی تھی۔

اوہ آپ! عمران اسے دیکھکر تعظیماً جھک گیا۔ اس وقت

حماقت اس کے چہرے پر اپنی پوری آب و تاب سے جلوہ فگن تھی۔
پھر اس نے نہایت سنجیدگی سے پوچھا۔
کیا کھونک کا وقت ہو گیا ہے۔"
ڈیڈی بھی! لڑکی دلفریب انداز میں اپنے جسم کو بل دیکر اس
کے نزدیک آ گئی۔ آپ بہت شریر ہیں۔
ہائیں۔ کیا میں تمہیں بچہ نظر آتا ہوں۔" لینی کے ددھو
پتیا ہوا۔
آپ بچوں سے زیادہ دلچسپ ہیں۔
اور وہ آپ کے ڈیڈی.....!
اوہ! لڑکی رنجیدہ ہو گئی۔ ان کی ذہنی حالت درست نہیں
ہے۔ بھائی کے انتقال نے ان کے دل و دماغ پر بہت گہرا اثر
کیا ہے۔"
لڑکی ایک لمحہ کے لئے رکی۔
پھر گہری سانس لے کر مغموم لہجہ میں کہنے لگی۔
وہ میرا ایک ہی بھائی تھا۔ وہ موٹر کے حادثہ میں ہلاک ہو گیا
ڈیڈی اس سے بہت محبت کرتے تھے۔ وہ اس غم کو برداشت
نہ کر سکے۔ پہلے ان پر فالج کا حملہ ہوا پھر قوت گویائی سے محروم ہو گئے
آخر ڈاکٹروں کی انتھک کوششوں سے اب کسی حد تک ٹھیک ہو گئے
ہیں۔ ڈاکٹروں نے انہیں مشورہ دیا ہے کہ فالج کے اثر کو دور کرنے

کے لئے ہر روز نصف گھنٹہ سر کے بل کھڑے رہا کریں۔ اور قوت گویائی کے لئے تقریباً اتنی ہی زیر لوری قوت کے ساتھ حلق سے آوازیں نکالا کریں۔ تاہم ذہنی طور پر وہ ابھی پوری طرح صحت یاب نہیں ہوئے تھے۔

لڑکی رک کر شاید عمران کے چہرے کے تاثرات پڑھنے لگی۔

لیکن عمران کا چہرہ حماقتوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ اس کی آنکھیں فرط حیرت سے پھٹی ہوئی تھیں۔ اور منہ بھاڑ کی مانند کھلا ہوا تھا۔

لڑکی پھر کہنے لگی۔

کچھ دنوں سے انھیں یہ خدشہ ہو گیا ہے کہ کوئی انھیں قتل کر ڈالے گا چنانچہ انہوں نے اپنی حفاظت کے لئے کئی مسلح آدمی رکھ چھوڑے ہیں۔ انھیں میرے بارے میں بھی نہ جانے کس طرح اس بات کا احساس ہو گیا ہے۔ کہ اگر جلد میری شادی نہ کرائی گئی۔ تو میں کسی موٹر وغیرہ کے حادثہ میں ہلاک ہو جاؤں گی۔ اس سلسلے میں وہ اخبارات میں اشتہارات بھی دیتے رہتے ہیں۔ لیکن آج تک ان کی نظر میں کوئی جچا نہیں۔ اور کل رات جب ایک تقریب میں شرکت کے بعد واپس لوٹ رہے تھے۔ تو سڑک کے عین بیچوں بیچ آپ پڑے ہوئے نظر آئے۔ ڈیڈی نے آپ کو سڑک سے اٹھا کر اپنی کار میں ڈال لیا۔ اور بنگلے پر لے آئے اور ...... اور ......

اب ان کی خواہش یہ ہے کہ آپ کے ساتھ میری...... لڑکی جملہ مکمل نہ کر سکی۔ شرم سے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔ اور اس نے نظریں جھکا لی تھیں۔

لیکن عمران کی حالت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔ وہ اسی طرح منہ پھاڑے حیرت زدہ سا بیٹھا تھا۔ اس کا جسم بے حس و حرکت تھا۔ جیسے سکتہ ہو گیا ہو۔

کیا ہوا آپ کو۔ ؟ لڑکی نے گھبرا کر عمران کی طرف دیکھا۔

لیکن عمران اسی عالم میں مستغرق بیٹھا تھا۔

اوہ! یہ آپ کی کیا حالت ہو گئی ہے۔" لڑکی بہت زیادہ ہی گھبرا گئی تھی۔

مگر عمران کے جسم میں کوئی تغیر نہیں ہوا۔ سانس کی آمد و رفت تک محسوس نہیں ہو رہی تھی۔

دیکھئے...... ! لڑکی نے عمران کے شانوں پر ہاتھ رکھ کر اسے ہلایا۔

عمران اس طرح چونک پڑا جیسے گہری نیند سے کسی نے بیدار کر دیا ہو۔"

پھر وہ متاسف لہجے میں کہنے لگا۔

مم معاف کیجئے گا......" میں بہت زیادہ غم ناک گفتگو برداشت نہیں کر سکتا۔ ایسی باتیں سنکر مجھ پر سکتہ طاری

ہو جاتا ہے۔ دراصل میرا دل بہت کمزور ہے اور چھوٹا بھی! ڈاکٹروں کا
خیال ہے کہ میرا دل چھپکلی کے دل کے مانند ہے۔
چھپکلی ۔۔! لڑکی نے خوفزدہ نظروں سے عمران کی طرف دیکھا۔
ہاں ۔۔! ماہرین کا یہی خیال ہے اور انہوں نے یہ بھی انکشاف
کیا ہے کہ میرے بطن سے ۔۔۔۔۔۔ آئی ایم سوری یعنی میرے پیدا
ہونے والے بچے چھپکلی سے مشابہت رکھتے ہوں گے۔
اوہ مائی گاڈ ۔۔۔۔۔۔" لڑکی کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں
کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں۔"
قطعی ۔۔! اور اگر آپ چاہیں تو میرا سینہ چاک کر کے بچشم خود
مشاہدہ فرما سکتی ہیں۔ گھبرائیے نہیں خون کا ایک قطرہ نہیں بہے
گا ۔"
کیوں ۔۔۔؟ لڑکی نے حیرت سے پوچھا۔ کیا آپ کے جسم میں
خون نہیں ہے۔
نہیں ۔! میرے بدن میں تو ہائٹ آئل ٹھاٹھیں مار رہا
ہے ۔"
لڑکی نے حیرت سے عمران کی طرف دیکھا۔ پھر بہت زور سے
ہنسی ۔"
بہت دلچسپ آدمی ہیں آپ! مجھے یقین ہے کہ یہ سب کچھ
آپ نے جھوٹ کہا ہوگا۔ بہرحال میں ایسے زندہ دل لوگوں کو بہت

پسند کرتی ہوں۔

پھر وہ عمران کے اور نزدیک آکر کہنے لگی۔

ڈارلنگ کتنے اچھے ہو تم! میں تم سے محبت کرنے لگی ہوں۔ میری طرف دیکھو! کیا میرا جسم خوبصورت نہیں ہے۔"

ارے رے رے......" دیوار دل کے کان اور دروازوں کی آنکھیں ہوا کرتی ہیں۔ اگر میری پانچ بیویوں میں سے کسی نے یہ منظر دیکھ لیا۔ تو قیامت ہی آجائے گی۔

نہیں ڈیئر۔" لڑکی اٹھلائی۔ "میں ایسا نہیں سمجھتی تم غلط کہہ رہے ہو۔

کیا غلط کہہ رہا ہوں؟

وہی بات بیویوں والی بات"

دفعتاً دروازہ کھلا۔ اور وہی بڈھا اندر داخل ہوا۔

اوہ! بلبل بیٹی تم یہاں ہو۔" اس نے عمران کی طرف غصہ سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں کب سے تلاش کر رہا ہوں۔ اور پھر ناکام ہو کر تمہاری گمشدگی کی رپورٹ فون پر پولیس اسٹیشن میں درج کرادی ہے"

پولیس یہاں پہنچنے ہی والی ہوگی۔

پولیس۔" بلبل نے سہمی ہوئی آواز میں کہا۔ پولیس کو واپس کر دیجئے ڈیڈی۔" میں تو کہیں بھی نہیں گئی تھی۔

آنے دو انھیں! بڈھے نے لاپرواہی سے کہا۔ ان پولیس والوں کو تنگ کرنے میں مجھے بڑا لطف آتا ہے۔

پھر وہ عمران سے مخاطب ہوا۔

تم کیسے ہو برخوردار! اور سنو، سر کے بل کھڑے ہونے کا وقت ہو گیا ہے۔

تم فوراً تیار ہو جاؤ۔"

میں تیار ہوں! عمران نے جواب دیا۔ اور آج میں سر کے بل کھڑے ہونے کے ساتھ ساتھ فضا میں پرواز کرنے کا مظاہرہ بھی کرونگا۔

فضا میں پرواز.....

ان دونوں نے بیک وقت حیرت سے کہا۔

ہاں۔ ! عمران کہنے لگا۔

میں کئی بار آسمان کی سیر کر آیا ہوں.. اور ایک مرتبہ پہلے آسمان پر میں نے آپ کو بھی دیکھا تھا۔

ہاں! میں وہاں مولیاں خریدنے گیا تھا۔" بڈھے نے کہا۔ بہرحال اب سے ٹھیک پانچ منٹ بعد سیٹی بجے گی اور تم فوراً میرے کمرے میں پہنچ جاؤ گے۔ پھر دیکھونگا۔ کہ تم اور کیا کچھ کر سکتے ہو؟"

میں اینٹ پر گھوڑا دوڑا سکتا ہوں۔ عمران نے جلد ی

سے کہا۔

اینٹ پر گھوڑا۔! بڈھے نے حیرت سے پلکیں جھپکائیں
صرف گھوڑا ابھی نہیں۔"

میں آپ کی چیتیا پر چڑھ کر ہمالیہ پہاڑ کی سب سے اونچی
چوٹی کو سر کر سکتا ہوں۔

ویری گڈ ۔۔۔!

بڈھا خوشی سے چہکا۔"

یہ بہت اچھا ہوگا پھر ہمالیہ کے فتحمندوں میں تاریخ کے
اندر شرپا تن سنگھ کی بجائے ہمارا نام لکھا ہوگا۔

پھر بڈھا عمران کو تیار رہنے کا حکم دیتا ہوا چلا گیا۔

⊙

فیاض جب اپنے آفس میں داخل ہوا تو سب سے پہلے اس نے
ڈسپیچ کلرک کو طلب کیا۔

کچھ دیر بعد ہی ڈسپیچ کلرک سہما سہما ہوا اس کے سامنے کھڑا تھا

لیٹر مل گیا۔؟" فیاض نے خشمگیں نظروں سے کلرک کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

نہیں جناب! کلرک کی آواز کانپ رہی تھی میں اسے ہر جگہ تلاش کر چکا ہوں۔

پھر کون لے گیا۔ اس لیٹر کو؟"

کلرک خاموش رہا۔ وہ اس بات کا کیا جواب دے سکتا تھا۔

مجھے شام تک لیٹر مل جانا چاہیئے۔" فیاض نے سخت لہجہ میں کہا۔ ورنہ پھر مجھے تمہارے خلاف کارروائی کرنی پڑیگی پھر اس نے کلرک کو ٹائپ شدہ ایک کاغذ دیا۔ اسے آج ہی روانہ کر دو۔" لیکن میرے پاس ایسی کوئی خبر لیکر نہیں آنا کہ یہ لیٹر بھی گم ہو گیا ہے۔

کلرک نے سہمی ہوئی نظروں سے فیاض کی طرف دیکھا پھر اس نے کاغذ لیا اور سلام کر کے واپس اپنی سیٹ پر آگیا۔ اس نے لفافہ پر پتہ تحریر کیا۔ پھر کاغذ لفافہ میں بند کر کے رجسٹرڈ میں روانگی کا اندراج کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے مطلوبہ ٹکٹ نکالے، اور گوند والی سائڈ کو زبان سے تر کر کے ٹکٹ لفافہ پر چسپاں کر دیئے۔

لینچ کے وقت تمام لوگ کھانے کے لئے آفس سے باہر چلے

گئے ۔ لیکن ڈسپیچ کلرک کرسی کی لیشت سے ٹیک لگائے اسی طرح بیٹھا رہا ۔ وہ بہت گہری سوچ میں معلوم ہوتا تھا ۔

ایک گھنٹہ کے بعد دفتر کا عملہ لنچ سے واپس آگیا ۔ اور تب لوگوں نے دیکھا کہ ڈسپیچ کلرک بالکل اسی طرح بیٹھا ہوا ہے ۔ اس کا جسم بے حس وحرکت ہے اور آنکھیں عجیب طرح کھلی ہوئی ہیں ۔

آفس میں کام کرنے والوں نے حیرت سے اسے دیکھا پھر چند لوگوں نے آگے بڑھ کر اسے بلایا ....

مگر .... ڈسپیچ کلرک کا جسم سرد اور بے جان تھا اس کی آنکھیں بے نور تھیں اور جسم کسی حد تک نیلا پڑ گیا تھا ۔

دفتر میں کہرام مچ گیا ۔ تمام لوگ ڈسپیچ کلرک کی میز کے گرد جمع ہو گئے ۔

اور جب فیاض کو اس حادثہ کا علم ہوا تو وہ بوکھلا کر باہر نکل آیا ۔ اسے دیکھتے ہی لاش کے قریب سے لوگ ہٹ گئے ۔

اس کی میز کے قریب کسی غیر شخص کو دیکھا گیا تھا اس نے نزدیک کھڑے ہوئے لوگوں پر نظر ڈالی ۔

"نہیں جناب! ہیڈ کلرک نے کہا ۔ آفس کے اندر آج کوئی نیا آدمی داخل نہیں ہوا ۔ اور شاید دفتر کے کسی آدمی سے بھی ڈسپیچ کلرک کا آج کوئی کام نہیں پڑا ۔

پھر ۔۔۔ ؟ فیاض نے غور سے ہیڈ کلرک کو دیکھا ۔ پھر اس کی موت
اس طرح واقع ہوئی ۔

لیکن فیاض کی بات کا جواب کوئی نہیں دے سکا ۔ فیاض خود
حیران اور متفکر تھا ۔

وہ سوچنے لگا ۔

صبح تو ڈسپیچ کلرک بالکل ٹھیک تھا ۔

"کیا اس نے لیڈر کی گمشدگی کے خوف سے خودکشی کر لی ہے ۔"

لیکن نہیں ! اس نے سوچا ۔۔۔ یہ بھید اتنا سنگین نہیں
ہے کسی کو خودکشی پر آمادہ کر دے ۔ زیادہ سے زیادہ اس کے
خلاف محکمہ جاتی کارروائی کی جا سکتی تھی ۔

یہ بات بھی ممکنات میں سے نہ تھی ۔ کہ اس نے گھریلو
الجھنوں کے باعث موت کو لبیک کہا ہو ۔ فیاض کی معلومات کے
مطابق اس کی گھریلو زندگی خاصی خوشگوار تھی ۔

"تو پھر یقیناً اسے قتل کیا گیا ہے ۔" فیاض کے پولیس والے
ذہن نے آخری اور اٹل بات سوچ لی ۔

لیکن اسے قتل کرنے والے کون لوگ ہیں اور اس کی موت
سے انہیں کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے ۔ یہ بات ابھی وضاحت طلب تھی ۔
اور فیاض اس کے بارے میں کوئی آخری بلکہ پہلی بات بھی نہ
سوچ سکا تھا ۔

پھر متعلقہ پولیس اسٹیشن کو فون کر کے انچارج تھانہ کو وہاں فوری طور پر پہنچنے کے لئے کہا۔ اور لاش پر چادر ڈلوا دی۔

کچھ دیر بعد تھانے کا انچارج اپنے عملے کے ساتھ وہاں پہنچ گیا۔ فیاض نے اسے رپورٹ مکمل کرنے اور پھر لاش پوسٹ مارٹم کے لئے روانہ کر دینے کا حکم دیا پھر وہ اپنے آفس کی طرف چلا گیا۔ اس وقت وہ بہت فکر مند تھا۔ اس کے عملے کے آدمی کو اس کے آفس میں قتل کر کے اسے چیلنج کیا گیا تھا۔ اور اب وہ چیلنج کا جواب دینا چاہتا تھا۔

اور ایسے کاموں میں فیاض کو احمق اعظم عمران کی شدید ضرورت پیش آتی تھی۔ اس وقت بھی اس نے اپنی کرسی پر بیٹھتے ہی رسیور اٹھایا۔ اور عمران کے نمبر ڈائل کرنے لگا۔

شاید تیسری گھنٹی پر دوسری طرف سے رسیور اٹھایا گیا تھا وہ سلیمان تھا۔ اور جب فیاض نے اس سے عمران کے بارے میں پوچھا۔ تو اس نے نہایت سنجیدگی سے بتایا۔

جناب — صاحب تو مقابلہ مردانہ حسن میں شرکت کی غرض سے گھمنڈ لئے ہوئے ہیں۔

کیا.... ؟ فیاض نے چیخ کر پوچھا۔

اور دوسری طرف سلیمان نے شاید ڈر کر رسیور رکھ دیا تھا۔

پوسٹ مارٹم رپورٹ نے فیاض کو چکرا کر رکھ دیا تھا۔
کنگ روڈ کے چوراہے پر کار کے اندر ہلاک ہونے والی
لڑکی اور ڈسپیچ کلرک کی موت میں کوئی فرق نہ تھا۔
کلرک کی موت زہر سے واقع ہوئی تھی۔ اور اسے بھی
وہی بتدریج اثر کرنے والا زہر دیا گیا تھا۔ جو لڑکی کی موت کا
باعث بنا تھا۔
رپورٹ میں یہ بات بھی واضح کی گئی تھی کہ موت کا علم
ہونے سے دو گھنٹہ پیشتر اسے زہر دیا گیا تھا۔ ان دو گھنٹوں
میں جب زہر جسم کے اندر اچھی طرح سرایت کر گیا۔ تو اس
کے دل کی حرکت اچانک بند ہو گئی۔
پوسٹ مارٹم رپورٹ میں اس زہر کو نہایت خطرناک
قرار دیا گیا تھا۔ ماہرین کا کہنا تھا کہ یہ زہر عام نہیں ہے اور
حیرت انگیز خصوصیات کا حامل ہے۔ اس کے اجزائے ترکیبی

نمزانیت پیچیدہ ہیں اور یہ جسم کے اندر پہنچ کر حیرت انگیز طور پر
اپنی مقدار اس وقت تک بڑھاتا رہتا ہے جب تک کہ انسان کی
موت واقع نہ ہو جائے ۔

فیاض سخت حیران تھا ۔ وہ سوچ رہا تھا ۔ اگر واقعات
پر غور کیا جائے تو ڈسپیچ کلرک کی موت کا علم لنچ کے اختتام پر
ٹھیک ایک بجے ہوا ہے ۔ اور اگر پوسٹ مارٹم رپورٹ کے متعلق
یہ بات تسلیم کر لی جائے ۔ کہ اسے دو گھنٹے پہلے زہر دیا گیا ہے ۔
تو وہ گیارہ بجے کا وقت ہو گا جبکہ پونے گیارہ بجے تک میرے پاس موجود
تھا اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت تک لڑکے کو زہر نہیں دیا گیا
تھا ۔ اور جب وہ اپنی ٹیبل پر واپس پہنچا تو کسی صورت سے اس کے
جسم میں زہر انجیکٹ کر دیا گیا ۔

لیکن .... اس کے پاس کبھی تو آتے جاتے کسی کو
نہیں دیکھا گیا ۔ پھر کون اسے زہر دے گیا پھر واقعی یہ خودکشی
کا سیدھا سادا کیس ہے ۔

لیکن اسے خودکشی کا کیس اگر سمجھ لیا جائے تو ڈسپیچ
کلرک اور لڑکی کی موت میں اس قدر مماثلت کیوں ہے ۔

فیاض بہت دیر تک واقعات پر غور کرتا رہا ۔

پھر اس نے پوسٹ مارٹم رپورٹ اٹھائی اور رحمان
صاحب کے کمرے کی طرف چل دیا ۔

رحمان صاحب نے فوراً ہی اسے اندر بلا لیا ۔ وہ لنچ

سے فارغ ہو کر کوئی فائل دیکھ رہے تھے۔

فیاض کی آمد پر انہوں نے فائل بند کر کے ایک جانب سرکا دیا۔

پھر اس کی جانب سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگے۔

فیاض نے چند لمحے خاموش رہ کر رحمان صاحب کے موڈ کا اندازہ لگایا۔

پھر کہنے لگا۔

"جناب! یہ پوسٹ مارٹم رپورٹ....."

"کیا ہے اس میں؟"

"ڈسپیچ کلرک کو بھی اسی طرح زہر دیکر ہلاک کیا گیا ہے جیسے گنگ روڈ پر اس لڑکی کی موت واقع ہوئی تھی"

رحمان صاحب رپورٹ لیکر پڑھنے لگے۔

اور جب انہوں نے پوسٹ مارٹم رپورٹ ختم کی تو ان کی پیشانی پر فکر کی لکیریں ابھر آئی تھیں۔

"اس کا مطلب ہے ہر دو واردات میں ایک ہی قاتل کا ہاتھ ہے۔"

رحمان صاحب نے کہا۔

"معلوم تو یہی ہوتا ہے جناب۔"

"ہوں۔" رحمان صاحب نے گھور کر فیاض کی طرف دیکھا

تم اس سلسلے میں اب تک کیا کرتے رہے ہو۔''

تھانے سے رپورٹ موصول ہو جانے کے بعد میں کوئی حتمی رائے قائم کر سکتا ہوں۔ اور تفتیش کا آغاز بھی اسی کی روشنی میں ہو سکتا ہے۔

رحمان صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ کچھ دیر خاموش بیٹھے رہے۔

پھر بولے۔

میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہارے گھر میں آ کر کوئی تم پر وار کر گیا۔ اور تم اور تمہارا عملہ اس سلسلے میں کچھ نہ کر سکا۔

جناب واقعات اس قدر پیچیدہ اور ناقابل فہم ہیں کہ کسی بات کا یقین فی الحال نہیں کیا جا سکتا۔

اور ایمپی ری ایکٹر والے کیس کا کیا بنا۔'' رحمان صاحب نے پوچھا

وہ چاروں گرفتار شدگان کچھ بتانے پر آمادہ نہیں ہیں جیل کے حکام نے انہیں ہر طرح اذیت پہنچائی ہے لیکن ان کی زبانیں ہنوز بند ہی ہیں۔''

انٹیلیجنس والے اس سلسلے میں رپورٹ دے رہے ہیں۔

انٹیلیجنس کی جانب سے ابھی کوئی آخری رپورٹ موصول

نہیں ہوئی ہے۔ تاہم اس بات کا اکمل یقین ہے کہ ان تمام
وارداتوں میں انڈونیشیا کا ہاتھ ہے۔" اور وہی ہمارے ملک
میں خوف و دہشت کا بازار گرم کئے ہوئے ہیں
اس کیس پر تم اپنی پوری توجہ دو۔"
رحمان صاحب نے فیاض کو ہدایت دینے لگے۔ یہ کیس
بہت اہم ہے۔ اس محکمہ کی ناموری ہی کا معاملہ نہیں بلکہ
ملک کی سلامتی کا سوال ہے۔
بہتر ہے جناب!
میں بہت جلد مکمل رپورٹ پیش کروں گا۔
میں اس کیس کے پیچھے پوری تندہی سے لگا ہوا ہوں۔
اور مجھے یقین ہے کہ حقیقت جلد منظر عام پر آجائے گی۔
پھر فیاض نے اجازت لی۔ اور سلام کرکے واپس آگیا

○

بڈھے کا قہقہہ اس قدر طویل اور بھیانک تھا کہ کمرے کی
دیواریں لرز رہی تھیں۔

اور بڈھے کے قہقہے کی بازگشت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی
کہ ایک اور قہقہہ کمرے میں گونجا۔ یہ قہقہہ پہلے سے زیادہ
طویل، زور دار اور کرخت تھا۔

اور یہ ہولناک قہقہہ یقیناً عمران ہی کا تھا۔ بڈھے نے
چونک کر اس کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن عمران کا قہقہہ ختم ہونے
کا نام ہی نہ لیتا تھا۔ لڑکی بھی بڑی حیرت سے اسے دیکھ
رہی تھی۔

قہقہہ ختم ہونے کے بعد عمران اس طرح چپ چاپ بیٹھ
گیا تھا۔ جیسے کچھ ہوا ہی نہیں۔

بڈھا تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور عمران کے قریب
پہنچکر اس کی کمر تھپکنے لگا۔

وہ کہہ رہا تھا۔
"ویری گڈ! ویری گڈ........ مجھے اب یقین ہو گیا ہے کہ تمہیں اپنی فرزندی میں قبول کر کے میں نے دانشمندی کا مظاہرہ کیا ہے۔"

"تم میری بیٹی کو تکلیف تو نہیں پہنچاؤ گے؟"

"بالکل نہیں ۔۔۔!" عمران نے سینہ ٹھونک کر کہا۔ "میری پانچ بیویاں اور ان کے پانچ پانچ درجن بچے بے بی کے ناز اٹھانے کے لئے ہر وقت چوکس اور چوکنے رہیں گے۔"

"ایکسیلنٹ! مگر...... کیا تمہیں بے بی سے بہت ہی زیادہ محبت ہے؟"

"ہائے........ یہ کیا فرمادیا آپ نے۔" "میری محبت کے سامنے ہیر رانجھا اور لیلیٰ مجنوں وغیرہ کی محبت تو واہی فضول اور بکواس ہے۔"

"اے برخوردار!" بڈھے نے فوراً کہا۔ "تم مجنوں کو چیلنج نہیں کر سکتے۔ اس نے برسوں صحرا کی خاک چھانی ہے۔"

"تب کیا ہوا۔" عمران نے اکڑ کر کہا۔ "وہ اگر صحرا میں بھٹکتا رہا ہے تو میں خلا میں بھٹک سکتا ہوں۔"

"اور فرہاد کے متعلق کیا خیال ہے۔" جس نے شیریں

کی محبت میں دودھ کی پوری نہر کھود ڈالی تھی۔

یہ کوئی بات نہیں! میں پورے شہر کی سڑکیں کھود کر ٹریفک بند کرا سکتا ہوں۔ اور ۔۔۔۔۔۔۔ اور تمام گٹر لائن میں اکیلا کھود سکتا ہوں۔ یہ دوسری بات ہے کہ وہ لائنیں کبھی چالو نہ ہوں۔ اور پانی وہیں مرتا۔ گلتا سڑتا اور بیماریاں پھیلاتا رہے۔"

مائی گڈ نس! بہت کام کے آدمی ہو تم! مگر ہم اس بات کا بھی اطمینان کر لینا ضروری سمجھتے ہیں کہ تم کون ہو کیا ہو اور کیوں ہو۔ ہمارا مطلب ہے کہ تم کیا کرتے ہو۔ کہاں رہتے ہو اور تمہارا تعلق کس خاندان سے ہے۔

عمران اچانک سنجیدہ ہو گیا۔

پھر بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگا۔

میرا اس دنیا میں کوئی بھی نہیں ہے۔ میں نے جب ہوش سنبھالا، تو خود کو شہر کی سڑکوں پر گھومتا ہوا پایا ایک خدا ترس انسان کو مجھ سے انسیت ہو گئی۔ وہ مجھے اپنے گھر لے گیا۔ اور میری پرورش نہایت محبت سے کرنے لگا مگر مصیبت یہ ہوئی کہ اگر صرف وہی مجھ سے محبت کرتا رہتا تو کوئی بات نہ تھی مگر اس کی بیٹی مجھ پر ہزار جان سے عاشق ہو گئی چنانچہ میں نے اپنے محسن کی مہربانیوں کا بدلہ یوں چکایا ہے کہ بیٹی کو لیکر فرار ہو گیا مگر جلد ہی بے ناد

ہو گیا اور بردہ فروش کے ہاتھ پورے دو ہزار میں فروخت کر دیا
مگر قسمت کی کم نصیبی کہ پکڑا گیا۔ سات سال کی سزا محنت
مشقت کے ساتھ ہوئی۔ لیکن میں کبھی نچلا نہیں بیٹھا۔
وہیں جیل میں دو آدمیوں کو قتل کر دیا اور ثبوت ملنے نہ
دیا۔ سات برس کے بعد جیل سے رہا ہوا تو ایک جگہ ڈاکہ
ڈالا۔ تین آدمی قتل کر دیئے۔ بہت سا مال ہاتھ لگا مگر
پرسوں میرے پاس ڈاکے میں لوٹی ہوئی ایک ایک پائی
ختم ہو گئی۔ اور اب میں نئی کسی آسامی کی تلاش میں ہوں

بہت خوب! بڈھے نے اچھل کر کہا۔ میں تمہاری صاف
گوئی سے بہت خوش ہوں۔ مجھے ایسے ہی آدمی کی ضرورت
تھی۔ رہا قتل کا معاملہ تو یہ ایک ایسی اہم بات نہیں میں
خود ستره قتل کر چکا ہوں۔ یوں بھی آدمی کو ایک دن مرنا ہے
اور اگر اسے دنیا کے جھنجھٹوں سے قبل از وقت نجات دلا
دی جائے تو بڑی نیکی کا کام ہے۔

اسی وقت ایک خادم اندر داخل ہوا اور اس نے
کھانے کی تیاری کی اطلاع دی۔

اوہ! بڈھا اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ ہم تو بھول ہی گئے
تھے۔ جب ہی تو ہم سوچ رہے تھے کہ یہ گلے میں خارش
کیوں ہو رہی ہے۔

پھر وہ عمران سے مخاطب ہوا ۔۔۔ تم بھی تیار ہو جاؤ ۔ برخوردار "بھونک" کا وقت آن پہنچا ہے ۔

O

فیاض نے کروٹ بدل کر دوبارہ سو جانا چاہا ۔ مگر باہر سے آنے والی شور و غل کی تیز آوازوں نے اس کی نیند اچاٹ کر دی ۔

چیخ و پکار کی آوازیں لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی چلی جا رہی تھیں فیاض بستر پر اٹھ کر بیٹھ گیا ۔ وہ کان لگا کر غور سے سننے لگا ۔ لیکن کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آئی ۔ باہر شور مسلسل ہو رہا تھا ۔

کچھ دیر بعد اس کی بیوی کمرے میں داخل ہوئی وہ کچھ گھبرائی ہوئی سی تھی

میں نے کہا، ذرا باہر جا کر تو دیکھئے یہ کیا ہنگامہ ہے ملازمہ کہہ رہی ہے برابر کے بنگلے والے قدوس صاحب قتل کر دیئے گئے ہیں ۔

قدوس صاحب قتل کر دیئے گئے ۔ فیاض نے حیرت سے کہا ۔

رات ہی تو میری ان سے ملاقات ہوئی ہے ۔
وحیدن بتا رہی ہے کہ رات اچھے خاصے اپنے کمرے میں سوئے
تھے ۔ صبح کو مرے ہوئے پائے گئے ۔
فیاض تیزی سے بستر سے اٹھا اور گاؤن پہن کر باہر آ گیا ۔
قدوس صاحب کے بنگلے کے سامنے کافی لوگ جمع تھے ۔ اندر
سے چیخ و پکار ۔ اور آہ و بکا کی تیز آوازیں آ رہی تھیں ۔
فیاض کو دیکھتے ہی لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے ۔
کیا ہوا ۔۔ ؟ فیاض نے وہاں کھڑے ہوئے لوگوں سے پوچھا ۔
لیکن کوئی بھی تسلی بخش جواب نہیں دے سکا ۔ کچھ دیر بعد
قدوس صاحب کا بڑا لڑکا باہر آ گیا ۔ اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں
اور چہرہ رنج و الم میں ڈوبا ہوا تھا ۔
فیاض اسے دیکھتے ہی آگے بڑھا ۔
کیا ہوا ۔ ؟ "
قدوس صاحب تو خیریت سے ہیں نا !
لڑکے کی آنکھوں میں آنسو امنڈ آئے ۔ وہ بھرائی ہوئی آواز
میں کہنے لگا ۔
ابا جان کو کسی نے قتل کر دیا ۔ کیپٹن صاحب .... !
کیا میں اندر چل سکتا ہوں بھئی "
فیاض نے پوچھا ۔ "

آئیے! میں خود آپ ہی کے پاس جا رہا تھا۔

کیا قدوس صاحب کچھ بیمار تھے۔" فیاض نے چلتے چلتے پوچھا

نہیں جناب! ان کی صحت بہت اچھی تھی۔"

رات وہ نہایت خوش و خرم سوئے تھے۔ مگر صبح اچانک اس کی آواز بھرا گئی تھی۔

جلد ہی فیاض خوابگاہ میں پہنچ گیا۔"

لاش مسہری پر چت پڑی تھی۔ فیاض نے جھک کر دیکھا اور دوسرے ہی لمحہ اس کے چہرے پر تشویش کے آثار نمایاں ہو گئے۔

رات قدوس صاحب کتنے بجے سوئے تھے۔"

فیاض نے پوچھا۔

تقریباً گیارہ بجے۔"

اس سے پہلے ان کی مصروفیات کیا رہی تھیں۔ اور کیا اس دوران میں کوئی شخص ان سے ملنے کے لئے آیا تھا۔

نہیں ۔۔۔ لڑکے نے جواب دیا ان سے کوئی ملنے کے لئے نہیں آیا البتہ میں تقریباً ساڑھے دس بجے ان کے کمرے میں گیا تھا۔

اس وقت وہ کیا کر رہے تھے۔

اس وقت وہ کسی کو خط لکھ رہے تھے۔ پھر انہوں نے خط لفافہ کے اندر رکھ کر اس پر ٹکٹ لگائے تھے۔ اور اس کے بعد مجھ سے گفتگو کرنے لگے تھے۔

وہ خط کہاں ہے۔ ؟

فیاض نے پوچھا۔

شاید لکھنے کی میز پر ہوگا۔

فیاض میز کی طرف بڑھا۔ وہاں پتہ لکھا ہوا ایک بند لفافہ رکھا ہوا تھا۔ لفافہ کے اوپر مکتوب عالیہ کا نام مرزا غیاث الدین بیگ تحریر تھا۔ لفافہ پر ٹکٹ بھی لگے ہوئے تھے۔

کیا آپ غیاث الدین بیگ صاحب کے متعلق کچھ جانتے ہیں

فیاض نے لڑکی سے پوچھا۔

جی ہاں ۔۔۔ ! وہ والد صاحب کے بچپن کے دوستوں میں سے ہیں۔ اکثر و بیشتر یہاں آتے رہتے ہیں۔

کیا میں لفافہ کے اندر رکھا ہوا خط دیکھ سکتا ہوں۔"

جی ہاں، بصد شوق۔"

فیاض نے لفافہ چاک کیا۔ پھر خط کا مضمون پڑھنے لگا۔

خط غیاث الدین بیگ ہی کے نام تھا۔ ایک مخلص دوست کے انداز میں نہایت پرمذاق خط لکھا گیا تھا۔ آخر میں تحریر تھا کہ میں اگلے ماہ کی سات تاریخ کو تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے تمہارے پاس پہنچوں گا۔

فیاض سوچ میں پڑ گیا۔ یہ کیسے ممکن ہو سکتا ہے کہ مقتول اگلے ماہ کی سات تاریخ کو اپنے دوست کے پاس پہنچنے کی

اطلاع دے رہا ہے - پھر خودکشی کیا معنی - لنبتاً یہ کیس بھی قتل ہی کا ہے - "

پھر فیاض نے مقامی تھانے کو فون کر کے قتل کی اطلاع دی۔ اور وہیں رک کر انتظار کرنے لگا -

کچھ دیر بعد ہی تھانے کا ایس ایچ او ، اور دیگر افراد وہاں پہنچ گئے - کئی گھنٹے ابتدائی رپورٹ مکمل کرنے میں لگ گئے - اور اس کے بعد لاش کو پوسٹ مارٹم کے لئے روانہ کر دیا گیا -

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ شام سے پہلے ہی مل گئی - رپورٹ پڑھتے ہی فیاض حیران رہ گیا - اس قتل کا تعلق بھی پچھلی تین اموات سے تھا - رپورٹ وہی بات دہرائی گئی ہے کہ مقتول کو کسی طرح سے ایسا زہر دیا گیا ہے - جو رفتہ رفتہ اپنا اثر کرتا ہے - اور تقریباً دو گھنٹے بعد انسان کی موت واقع ہو جاتی ہے - رپورٹ میں اس بات کی بھی وضاحت تھی - کہ جسم کے اندر کا زہر داخل ہونا حیرت ناک ہے - کیونکہ جسم کے کسی حصہ پر بھی انجکشن کی سوئی یا کسی اور چیز کا کوئی نشان نہیں ہے -

پھر زہر جسم کے اندر کس طرح انجکٹ کیا گیا - فیاض سوچ رہا تھا ......

عمران کی حالت بہت پتلی تھی۔ رات کے بارہ بج گئے تھے مگر نیند اس کی آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔

دراصل کئی دن مسلسل بھونکنے سے اس کا گلا سوج گیا تھا اور آواز بیٹھ کر رہ گئی تھی۔

غضب یہ ہوا تھا کہ پاگل بڈھے نے "بھونک" کا وقت نصف گھنٹے سے بڑھا کر ایک گھنٹہ کر دیا تھا۔

اور اس ایک گھنٹے میں عمران کے جسم کی ایک ایک چول ڈھیلی ہو جاتی۔ سر کے بل کھڑے ہونے کا وقت بھی بڈھے نے بڑھا دیا تھا۔ لیکن اس معاملے میں عمران کو خاصی مہارت تھی۔ البتہ بھونک نے اس کے چودہ طبق روشن کر دیئے تھے۔

عمران نے یہ بات صاف طور پر محسوس کر لی تھی۔ کہ عمارت کے اندر اس کی سخت نگرانی کی جا رہی ہے۔ اور یہ کہ اس سے باہر نکلنے کا کوئی موقع ہی نہیں مل رہا تھا۔

بڈھے کی شخصیت اس کے لیئے ابھی تک ایک معمہ بنی ہوئی تھی۔ تاہم اس بات کا اسے یقین ہو گیا تھا کہ بڈھا یقیناً فراڈ ہے اور ملک دشمن سرگرمیوں میں مصروف ہے۔

دفعتاً دروازے پر دستک ہوئی۔ اور عمران نے دروازہ کھول دیا۔

سامنے بلبل کھڑی تھی۔ وہ اس وقت بہت حسین نظر آرہی تھی اس کا لباس کچھ اس قسم کا تھا کہ جسم تقریباً آدھا کھلا ہوا تھا اور اونچے اسکرٹ میں گوری اور سڈول رانیں جذبات کو برانگیختہ کئے دے رہی تھی۔

ڈارلنگ! بلبل نے آگے بڑھ کر عمران کے گلے میں اپنی باہیں ڈال دیں تمہیں نیند نہیں آرہی ہے۔"

بھونکنا شروع کردو۔ مس بلبل! عمران نے آہستگی سے اس کے ہاتھ اپنی گردن سے ہٹاتا چاہیے ـــــ تمہاری آواز اس ہیوی ویٹ کتے کے ساتھ فن موسیقی میں ایک نئے باب کا اضافہ کرے گی۔

ہنہ! بلبل ناراض سی ہو گئی ـــ

پھر اس نے مسکرا کر کہا۔

مذاق مت کرو ڈیر۔" تم نہیں جانتے کہ مجھے تم سے کتنی محبت ہے۔ میں پہلی ہی نظر میں تمہیں دل دے بیٹھی تھی۔ مگر تم نہ جانے مردوں کی کون سی قسم سے تعلق رکھتے ہو۔

پدمنا .... ! عمران نے جواب دیا۔

پدمنا ۔ ؟ کیا مطلب ۔" بلبل چونکی۔

بہت بھولی ہو ۔" عمران کہنے لگا ــــ جس طرح عورتوں کی ایک قسم پدمنی ہے ۔ اسی طرح مرد پدمنے ہوتے ہیں ۔

حیرت انگیز ! بلبل نے کہا ۔ یہ بات میں پہلی مرتبہ سن رہی ہوں ۔

اور بھی ایسی بہت سی باتیں ہیں جنھیں تم زندگی میں پہلی بار سنوگی ۔

یعنی ـــ ؟ بلبل نے سوالیہ انداز میں عمران کی طرف دیکھا ۔

یعنی یہ کہ میرے سینے میں دل نہیں ہے ۔

کیا ـــ ؟ بلبل کی آنکھیں حیرت سے پھٹ گئیں ۔

ایکسرے رپورٹ یہی بتاتی ہے ۔"

پھر تم زندہ کس طرح ہو ـــ"

مصنوعی دل ! لیکن افسوس کہ وہ ہر قسم کے جذبات سے عاری ہوتا ہے ۔

جھوٹ ! بلبل ہنسنے لگی ۔ تم مذاق کر رہے ہو ۔ ڈارلنگ "

پھر وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہنے لگی ۔

تم نہیں جانتے کہ ہم تمھیں کتنا چاہتے ہیں ۔ ہم تمھارے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے ۔

یقیناً یقیناً ! عمران نے گردن ہلائی ۔ ہم خود زندہ نہیں رہ سکتے ۔

سچ ۔! بلبل کا چہرہ کھل اٹھا ۔

بالکل سچ ۔،،

اوہ کتنے اچھے ہو تم ۔،، مگر ابھی تک تم نے اپنے بارے میں کچھ بتایا نہیں ۔ دیکھو نا! یہ زندگی بھر کا معاملہ ہے ۔ ہمیں پہلے سے ایک دوسرے کے بارے میں جان لینا چاہئیے ۔

میں اپنے بارے میں سب کچھ بتا چکا ہوں ۔،، میں ایک عام آدمی ہوں اور میری شخصیت کوئی سربستہ راز نہیں ہے ۔

بلبل نے تولنے والی نظروں سے عمران کی طرف دیکھا ۔ پھر بولی ۔

چلو ایسا ہی سہی ۔،، مگر تم مجھ سے پیار تو کرتے ہو نا ۔،،

پھر اس نے اپنے رخسار عمران کے ہونٹوں پر رکھ دیئے ۔

ارے باپ رے ......! عمران ایک دم پیچھے ہٹ گیا یہ کیا کر رہی ہو ۔

پیار ۔! بلبل نے مخمور لگاہوں سے عمران کی طرف دیکھا ۔ محبت میں یہی کچھ ہوتا ہے ڈارلنگ ۔،، ہم دونوں ایک دوسرے کے ہیں اور ہمیشہ رہیں گے ۔،،

پھر بلبل نے ایک دم اپنا تمام لباس اتار دیا ۔ اور اب وہ عمران کے سامنے بالکل ننگی کھڑی تھی ۔

ہائیں ۔! یہ کیا ۔ عمران بوکھلا گیا ۔ تمہیں شرم نہیں

آئی......"

شہرم کس بات کی ڈیر! ہم دونوں ایک دوسرے کے ہیں اور بہت جلد ہماری شادی ہو جائے گی۔ دیکھو! میری طرف دیکھو، میرا جسم کتنا خوبصورت اور شفاف ہے لو! مجھے اپنی آغوش میں کھینچ لو۔"

لیکن عمران کو ہوش کہاں تھا۔ اس کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں وہ نیچے قالین پر لمبا لمبا پڑا تھا۔ شاید وہ بلبل کے برہنہ جسم اور حسن جانفزا کی تاب نہ لا کر بے ہوش بن گیا تھا۔

O

ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کے وسیع ہال میں بیٹھے ہوئے ایک خوبصورت جوڑے کو فیاض بہت گہری نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

فیاض کو ان میں اور کوئی ایسی بات نظر نہیں آتی تھی۔۔ مگر ان کا سرگوشیوں میں گفتگو کرنے کا انداز بہت مشکوک سا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں اٹھے۔

اور فیاض کے قریب سے گزرتے ہوئے صدر دروازہ کی طرف بڑھنے لگے۔

فیاض ان کے پیچھے ہی اٹھ گیا تھا۔

وہ کلب کے کمپاؤنڈ سے باہر نکل کر اب فٹ پاتھ پر آ گئے تھے شاید ان کے پاس کار نہیں تھی۔ انھوں نے کوئی ٹیکسی بھی نہیں کی تھی وہ پیدل ہی فٹ پاتھ پر آہستہ آہستہ چلے جا رہے تھے۔

پھر اچانک ایک کار ان کے قریب آ کر رکی۔ اور وہ دونوں پچھلی سیٹ پر بیٹھ گئے۔ کار پرانی وضع کی ہلمین تھی۔ اور ڈرائیور نے اندر ہی سے دروازہ کھول دیا تھا۔

پھر کار نہایت تیزی سے فیاض کے قریب سے نکلی چلی گئی تھی فیاض کو اتنا وقت ہی نہیں ملا تھا۔ کہ وہ ہلمین کار کا تعاقب کر سکتا۔ نہ تو قریب کوئی ٹیکسی تھی۔ اور اس کی اپنی گاڑی بھی ٹپ ٹاپ کے کمپاؤنڈ میں کھڑی تھی۔

فیاض مایوسانہ انداز میں چلتا ہوا ٹپ ٹاپ نائٹ کلب کی طرف بڑھنے لگا۔ وہاں سے اس نے اپنی کار نکالی۔ اور پھر سڑک پر آ گیا۔

کچھ دیر بعد وہ اسی سڑک پر دوڑ رہا تھا۔ جدھر ہلمین گئی تھی۔ فیاض بندرگاہ تک چلا گیا۔ یہاں پر سڑک ختم ہو جاتی تھی۔ لیکن ہلمین کار کے کسی جگہ آثار نہیں پائے گئے۔ اور یہ فیاض

کی حماقت ہی تھی۔ ان لوگوں کا یہ مقصد تو نہیں رہا ہوگا۔ کہ کسی جگہ رک
کر خود کو ظاہر کریں۔ پھر فیاض بہت دیر تک سڑکوں پر بے مقصد چکر
کاٹتا رہا وہ سوچ رہا تھا...... آخر وہ دونوں کون ہو سکتے ہیں۔
اور اس طرح اچانک ان کے غائب ہو جانے کا کیا مقصد ہے۔

پھر وہ ان واقعات پر غور کرنے لگا۔ جو حیرت انگیز طور پر مسلسل
ہو رہی تھیں۔ ان سب کے بارے میں پوسٹ مارٹم رپورٹ ایک
ہی تھی۔ اور بہت حیرتناک تھی۔ ان سب کو ایسا زہر دے کر ہلاک
کیا گیا تھا۔ جو بتدریج اثر کرتا ہے اور دو گھنٹے کے اندر اندر انسان
کو ختم کر دیتا ہے۔ لیکن غور طلب مسئلہ یہ تھا۔ کہ زہر جسم میں کس طرح
داخل کیا جاتا ہے۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہ یہ کس قسم کا زہر ہے۔
اور اس کے اجزائے ترکیبی کیا ہیں۔ فیاض اس بات پر بھی بہت
شدت سے غور کر رہا تھا۔ کہ ہر قتل میں کسی نہ کسی طرح سے خط، اور
خط پر لگائے جانے والے ٹکٹوں کا دخل ضرور تھا۔

فیاض کا ذہن الجھنے لگا۔ اس کیس کا کوئی سر پیر ہی اسے
نظر نہ آتا تھا۔ وہ پھر ٹب والے جوڑے پر غور کرنے لگا۔
اس وقت رات کے گیارہ بج رہے تھے۔ اور وہ مارٹن روڈ سے
گزر رہا تھا۔ مارٹن روڈ پر بے شمار سرکاری دفاتر تھے۔ اور یہ
جگہ سرکاری طور پر نہایت اہم سمجھی جاتی تھی۔

دفعتاً ایک زبردست دھماکہ ہوا ـــ اور فیاض اسٹیرنگ

سیٹ پر اچھل پڑا۔

دھماکہ کی گونج بہت دیر تک فضا میں قائم رہی تھی۔ اور فیاض کو یہ سمجھنے میں دشواری نہیں ہوئی تھی۔ کہ بم کے علاوہ یہ دھماکہ کسی اور چیز کا نہیں ہو سکتا۔

سڑک لمبی اور سیدھی تھی ۔۔۔ اور تقریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر فیاض کو ایک عمارت سے آگ کے شعلے بلند ہوتے ہوئے نظر آئے۔

چند لمحوں میں فیاض اس جگہ پہنچ گیا۔ یہ وزارت دفاع کا دفتر تھا۔ پوری عمارت میں خوفناک آگ لگی ہوئی۔ شعلے لمحہ بہ لمحہ بلند ہوتے چلے جا رہے تھے۔

فیاض حیران و ششدر کھڑا تھا۔ پھر وہ دوسری نٹ پاتھ پر بنے ہوئے ٹیلی فون بوتھ کی طرف بڑھ گیا۔ سب سے پہلے اس نے فائر بریگیڈ کو فون کیا۔ پھر پولیس کے ہنگامی مرکز کو اطلاع دے دی۔

کچھ دیر بعد ہی سڑکوں پر آگ بجھانے والی گاڑیوں کے سائرن کی آوازیں گونجنے لگیں۔

آگ اب بہت تیز ہو گئی تھی

تیز قسم کی سرگوشیوں اور دبی دبی کرخت آوازوں سے عمران کی آنکھ کھل گئی تھی۔

وہ بستر پر لیٹے ہی لیٹے غور کرنے لگا۔ اسے آوازیں برابر والے کمرے سے آتی ہوئی محسوس ہوئی۔ اسے معلوم تھا کہ برابر والا کمرہ بڈھے کی خوابگاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے۔ لیکن وہ رات کے دو بجے کن لوگوں سے ایسے مخفی انداز میں کیا گفتگو کر رہا ہے۔ اس بارے میں عمران کچھ نہیں جانتا تھا۔

اس سے پہلے بھی برابر والے کمرے میں سرگوشیوں اور کبھی کبھی متحیر لہجہ میں گفتگو کرنے کی آوازیں آیا کرتی تھیں۔ لیکن جب بھی عمران نے باہر نکلنے کی کوشش کی، کمرہ کا دروازہ بند پایا۔ وہ جانتا تھا کہ رات میں اسے محصور کر دیا جاتا ہے اور دن میں بھی اس پر کڑی نظر رکھی جاتی ہے۔ اس کے باوجود اس کے لئے اس جگہ سے فرار ہونا کوئی مشکل بات نہیں تھی۔ لیکن وہ اسی لئے اس جگہ رکا ہوا تھا۔

کہ کسی صورت سے حقیقت حال معلوم کرے۔ اس بات کا اسے یقین ہو گیا تھا۔ کہ یہ اچھے لوگ نہیں ہے اور بڈھے کی حماقت میں کوئی گہرا راز پوشیدہ ہے۔ رات میں اکثر عمارت کے اندر بہت سے لوگوں کے گفتگو کرنے اور چلنے پھرنے کی تھا طا آوازیں آتی رہتی ہیں۔ عمران نے کئی بار کاروں کے رکنے اور اسٹارٹ ہونے کی آوازیں بھی سنی تھیں۔ اور اسے بخوبی اندازہ ہو گیا تھا کہ رات بھر یہاں آمدورفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور دن کو چند افراد کے علاوہ عمارت سنسان پڑی رہتی ہے۔ لیکن بڈھے کی اصلیت کیا ہے۔ اور رات کی تاریکی میں اس سے ملنے والے کون لوگ ہیں ان کا بڈھے سے کیا تعلق اور ان کی آمد کا مقصد کیا ہے یہ امور ہنوز تشنہ تھے۔

آوازیں اب تیز ہو گئی تھی۔ ایک کرخت آواز بار بار گونج رہی تھی۔ کبھی کبھی بلبل کی آواز بھی سنائی دے جاتی۔ لیکن الفاظ واضح طور پر سمجھ میں نہیں آرہے تھے۔

عمران نے بےبسی سے بند دروازہ کی طرف دیکھا۔ پھر وہ اونچے روشندان کی طرف دیکھنے لگا۔ روشندان ہی سے دوسرے کمرے کا منظر دیکھا جا سکتا تھا۔ لیکن دیوار اور روشندان کا درمیانی فاصلہ کافی اونچا تھا کہ کئی راتوں کی سوچ بچار کے باوجود وہ اس تک پہنچنے میں کامیاب نہیں ہو سکا تھا۔

آج بھی وہ سوچ رہا تھا کہ روشندان تک کس طرح پہنچے۔
لیکن کوئی ترکیب اس کے ذہن میں آہی نہیں رہی تھی کمرے میں ایک بیڈ، ایک چھوٹی میز، اور ایک کرسی کے علاوہ اور کوئی چیز موجود نہیں تھی۔

آوازیں بھی اب کرخت اور کسی حد تک واضح ہو گئی تھیں۔
کرخت آواز والا کسی پر غضبناک ہو رہا تھا۔ دوسری آوازیں ہلکی تھیں۔ اور ان میں عاجزی کی جھلک تھی۔

عمران اس پہلو پر مسلسل غور کر رہا تھا کہ روشندان تک کس طرح پہنچا جائے۔ میز پر کرسی رکھ کر روشندان تک پہنچا جا سکتا تھا۔ لیکن میز کی سطح اس قدر چھوٹی تھی۔ کہ کرسی کے پائے اس پر ٹک نہیں سکتے تھے۔

عمران کے ذہن میں ایک یہ بات بھی تھی کہ بیڈ کو دیوار کے قریب لا کر اور اس پر کرسی یا میز رکھ کر روشندان میں سے جھانکا جا سکتا ہے
لیکن بیڈ بہت بھاری تھا اور اس کے گھسٹنے سے جو آواز پیدا ہوتی وہ یقیناً دوسرے کمرے والوں کو خبردار کر دیتی۔"

پھر کیا کیا جائے، عمران سوچنے لگا.......
لیکن اس کے سوا اس کے ذہن میں اور کوئی ترکیب نہیں آئی۔

کسی طرح ہو بیڈ ہی سے کام چلایا جائے۔ اور نہایت آہستگی سے تھوڑا تھوڑا گھسیٹ کر اسے دیوار کے قریب لے جایا جائے۔

وقت ضائع کرنا فضول سی بات تھی۔ عمران نے آہستہ آہستہ بیڈ کو روشندان والی دیوار کے قریب کھسکانا شروع کر دیا۔

کچھ دیر بعد بھی اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا۔ اس نے بیڈ پر کرسی رکھی۔ اور پھر آہستہ آہستہ ایک سائڈ سے روشندان کی طرف اٹھنے لگا۔.......

روشندان میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں اس نے نہایت ہوشیاری سے دوسری جانب جھانکا........

کمرے میں بڈھا اور للی ایک صوفے پر بیٹھے ہوئے تھے ان کے سامنے تین آدمی کھڑے تھے اور بڈھا غضبناک نظروں سے انھیں گھور رہا تھا۔

عمران نے فوراً اپنا چہرہ پیچھے ہٹا لیا۔ اسی وقت بڈھے کی کرخت آواز کمرے میں گونجنے لگی۔

وہ قہر آلود لہجہ میں کہہ رہا تھا۔ تم لوگ اپنے فرائض ٹھیک طور سے انجام نہیں دے رہے ہو۔ میں لاپرواہی اور تمہاری غیر ذمہ داریوں کو زیادہ عرصہ تک برداشت نہیں کر سکوں گا۔ تمہیں تین کام سونپے گئے اور تم تینوں میں ناکام ہو گئے۔ اسلحہ سے بھرے ہوئے بحری جہاز کو اڑانا بہت ہی ضروری تھا۔ اس سلسلے تم لوگ لاپرواہی برت رہے ہو اوپر سے سخت احکامات آئے ہوئے ہیں لیکن تم لوگ جان بچا کر میرے پاس بھاگے چلے آتے ہو۔"

عمران بہت غور سے بڈھے کی گفتگو سن رہا تھا۔ بڈھے کے منہ سے نکلی ہوئی کرخت آواز اس نے پہلی بار سنی تھی۔ دن کے اوقات میں وہ دوسری آواز میں ایک منحنی شخص کے لہجہ میں گفتگو کرتا تھا۔ عمران سوچنے لگا۔ شاید اس کی اصل آواز یہی ہے۔

جاؤ دفع ہو جاؤ! بڈھا پھر گرجا۔ میں کام چاہتا ہوں مگر تمہیں یہاں سیر و تفریح اور سیر سپاٹے کے لئے نہیں لایا گیا ہے۔

تینوں آدمی سر جھکائے ہوئے خاموشی سے نکل گئے کمرے میں اب صرف بڈھا اور بلبل رہ گئے تھے۔

بڈھا ابھی تک غصے میں تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

سخت نکمے ہیں یہ لوگ! مجھے انھیں کسی دوسری جگہ منتقل کرنا پڑے گا۔

ممکن ہے انھیں موقع ہی نہ ملا ہو۔" بلبل کہہ رہی تھی۔

فضولیات! بڈھے نے منہ بگاڑ کر کہا۔۔۔ ایک آدھ کہیں میں موقع والی بات کہی جا سکتی ہے۔ مگر ہر مقام پر ناکامی غفلت نااہلی اور بزدلی کی مظہر ہے۔ دوسرے لوگ کس طرح کامیابیاں حاصل کر لیتے ہیں

بلبل خاموش رہی تھی۔

پھر کہنے لگی ۔

لیکن یہ تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ ہمیں یہاں پر خاطر خواہ کامیابی حاصل ہوئی ہیں ۔ یہ لوگ بہت بوکھلائے ہوئے ہیں ۔

یہ تو ہے ! بڈھے نے جواب دیا ۔ مگر میں کام میں اور تیزی دیکھنا چاہتا ہوں ۔ ہمیں جلد از جلد اپنا مقصد حاصل کر لینا چاہتا ہوں ۔

ہم کامیابی کے بہت نزدیک پہنچ چکے ہیں ۔ بلبل کہنے لگی ۔ اور وہ دن دور نہیں جب دنیا کا نقشہ اچانک تبدیل ہو جائے گا ۔

ہاں ۔ ! بڈھا پر خیال انداز میں بولا ۔ لیکن ابھی ہمیں بہت کچھ کرنا ہے ۔ پھر وہ اور آہستگی سے کہنے لگا ۔

سنو ! کیا تمہیں اکیس ۲۱ اکتوبر کے پروگرام کے متعلق سب کچھ معلوم ہے ۔

ہاں ۔ ! بلبل نے جواب دیا ۔ اس دن پریزیڈنٹ امریکہ کے دورے کے لئے پرواز کریگا ۔

ہاں ..... !! ور اسی دن وہ جہاز ....

ان الفاظوں کے بعد بڈھا خاموش ہو گیا تھا ۔ شاید وہ الفاظوں کی ادائیگی کے بغیر ہی ایک دوسرے کا مطلب سمجھ چکے تھے اس خبطی کا کیا کیا جائے ۔؟ بلبل نے اچانک پوچھا ۔

وہی جس سے تم میری شادی کی بات پکی کر رہے ہو۔"
بڈھا بڑی زور سے ہنسا...... پھر کہنے لگا۔
وہ بیکار آدمی ہے۔" میں نے ان دنوں میں بہت گہری
نظروں سے اس کا جائزہ لیا ہے لیکن وہ حقیقتاً کریک اور بے
ضرر انسان ہے۔ مجھے اس بات کا بھی پتہ چل گیا ہے۔ کہ وہ کوئی
اہم سرکاری شخصیت نہیں ہے
پھر اس کا کیا کیا جائے۔
میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔" وہ ہمارے کسی مصرف
کا نہیں ہے میرا خیال ہے اسے ٹھکانے لگا دیا جائے۔ سائیلنسر
لگے ہوئے ریوالور کی ایک گولی۔ اس کے لئے بہت ہو گی۔
بلبل خاموش ہو گئی۔
پھر قدرے سنجیدہ آواز میں کہنے لگی۔
اگر وہ بے ضرر انسان ہے تو اسے ہلاک کرنا کوئی ضروری تو نہیں
وہ ہمارے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔ اسے یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ
عمارت شہر کے کس حصے میں واقع ہے۔
ہوں! بڈھے نے مسکرا کر معنی خیز نظروں سے بلبل کی طرف دیکھا
کیا واقعی تمہیں اس سے محبت ہو گئی ہے اگر ایسا ہے تو میں ہائی کمان
کو مطلع کر دوں۔ وہ بڑی دھوم دھام سے شادی کا بندوبست کریں گے۔
فالتو بات! بلبل نے ناگواری سے کہا۔ مجھے تو اس بے وقوف

آدمی سے عجیب طرح کی ہمدردی سی ہو گئی ہے۔

ہمدردیاں ہی محبت کا روپ دھار لیتی ہیں۔" بڈھے نے ایک آنکھ دبا کر کہا۔"

میں اس سلسلے میں کچھ زیادہ سننا پسند نہیں کروں گی"۔ بلبل نے لہجے میں تنبیہ کا عنصر پوشیدہ تھا۔

آہاہاہا..... بڈھے نے زبردست قہقہہ لگایا۔ برا مان گئی بچہ۔

ایسی کوئی بات نہیں۔" لیکن بے مقصد گفتگو کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے۔

بڈھا غور سے بلبل کے چہرے کو دیکھنے لگا۔

پھر بولا۔

سنو! دشمن کو کبھی حقیر کم تر اور بے ضرر سمجھ کر اس پر رحم نہیں کرنا چاہئیے۔ دانشمندی کا تقاضہ یہ ہے کہ دشمن کی معمولی سی معمولی چیز کو بھی تباہ اور ناکارہ کر دیا جائے۔ گو یہ بے ضرر آدمی ہے۔ لیکن کیا معلوم کل یہی بے وقوف شخص ہمارے لئے مشکلات پیدا کر دے۔

بلبل نے کوئی جواب نہیں دیا۔

بڈھا پھر کہنے لگا۔

بہر حال اسی مسئلہ پر بھی غور کر لیا جائے گا۔ نہیں بہت جلد

ہمیں اس کو یہاں سے ہٹا دینا ہے۔
اس کے بعد مکمل خاموشی چھا گئی۔ عمران دوبارہ کوئی آواز نہیں سن سکا پھر وہ آہستگی سے نیچے اتر آیا۔ اس پر ایک بہت بڑا راز منکشف ہو گیا تھا۔ اتنا بڑا کہ جس میں ملکی سالمیت کا دارومدار تھا۔

گو عمران جاگ رہا تھا۔ لیکن وہ آنکھیں بند کئے پڑا رہا۔ لبوں کی کھڑکھڑاہٹ، کاروں کے ہارن اور رکشاؤں کی بے ہنگم آوازیں اسے بہت نزدیک سے آ رہی تھیں۔

عمران نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ اور پھر حقیقت اس پر روشن ہو گئی۔

وہ گرین اسکوائر کے سامنے سڑک کے کنارے پڑا ہوا تھا۔ اس کے گرد راہ گیروں کا مجمع تھا۔ اور مجمع کا ہر آدمی اپنی اپنی ہانک رہا تھا۔

لوگ کہہ رہے تھے۔

شرابی معلوم ہوتا ہے۔

دیوانہ ہے شاید!

آدمی تو شریف معلوم ہوتا ہے۔

اجی ایسے شریفوں ہی نے تو لٹیا ڈبوئی ہے۔

تو پھر کوئی اٹھائی گیرہ ہوگا۔

غرض جتنے منہ تھے اتنی ہی باتیں۔ عمران کا دل اپنے بارے میں اس قسم کے ریمارکس سنکر باغ باغ ہو گیا تھا اور اب وہ آنکھیں بند کئے ہوئے سوچ رہا تھا۔ اسی طرح سڑک پر پڑا رہے یا اٹھ کر چل دے۔

دوسری بات اسے زیادہ بہتر معلوم ہوئی۔ وہ جانتا تھا کہ کچھ دیر بعد کوئی پولیس والا یہاں پہنچ جائے گا۔ پہلے اسے جھنجھوڑ کر اٹھائے گا اور پھر سوالات کی بوچھاڑ کر دیگا۔ اور یہ بھی عین ممکن ہے کہ حضرت فیاض بھی ایسے موقع کی تاک میں رہتے ہیں اپنے فرض کی بجا آوری کے لئے یہاں پہنچ جائیں۔

یہ سوچتے ہی عمران یا علی کا فلک شگاف نعرہ لگاتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

لوگ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔

تمہیں کیا ہو گیا تھا۔ ؟ کسی نے پوچھا۔

مجھے "بھونک" ہو گئی تھی۔

بھونک...... !! مجمع کے اندر سے حیرت میں ڈوبی ہوئی کئی آوازیں ابھریں۔ بھونک کیا ہوتی ہے؟

یہ بھی کچھ ہوتی ہے! عمران نے لا پرواہی سے کہا۔ پھر کپڑے جھاڑتا ہوا ایک طرف کو چل پڑا۔

لوگ حیرت سے اسے جاتا ہوا دیکھ رہے تھے۔

اور عمران سوچ رہا تھا......... اس کمبخت پاگل بڈھے کو یہ سوجھی کیا آخر۔ اب وہ پھر تاریکی میں تھا۔ حالات بہت زیادہ پیچیدہ شکل اختیار کر گئے تھے۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ بڈھا کون ہے۔ اور وہ عمارت شہر کے کسی حصے میں واقع ہے حقیقت تو یہ ہے کہ ان حالات میں اس کا سراغ لگانا سمندر میں سوئی تلاش کرنے کے مترادف تھا

کچھ دور چل کر عمران نے ایک ٹیکسی پکڑی۔ اور اب وہ اپنے فلیٹ کی طرف جا رہا تھا۔

○

شہر میں سخت دہشت پھیل گئی تھی۔

لوگ دھڑا دھڑ مر رہے تھے۔ بس یوں محسوس ہوتا تھا گویا کوئی غیبی قوت لوگوں کے جسموں سے ان کی روح کھینچ لیتی ہو۔

لوگ اس قدر حیرت انگیز طور پر مر رہے تھے کہ پبلک سخت سراسیمہ تھی۔ شہر میں لاشوں کے ڈھیر لگ رہے تھے۔ لوگ چلتے چلتے گرتے اور گر کر مر جاتے۔ قاتل کہیں اور کوئی نظر نہیں آتا۔ ڈاک خانوں میں بہت زیادہ اموات ہو رہی تھیں۔ سرکاری دفتروں میں بھی لوگ خاصی تعداد میں مر رہے تھے۔ خاص طور پر ڈسپیچ کلرک تو ہر محکمے کا ہلاک ہو گیا تھا۔ اور خوبی کی بات یہ تھی کہ اس پوسٹ پر جو بھی نیا آدمی رکھا جاتا، اس دن یا بہت سے بہت دوسرے دن اپنی کرسی پر مردہ پایا جاتا۔ اور اس ناگہانی موت کا سبب وہی مہلک زہر! جو نامعلوم طریقے سے جسم کے اندر داخل کر دیا جاتا تھا۔

ان وارداتوں پر اخبارات بری طرح چیخ چلا رہے تھے۔ انتظامیہ پر خوب لے دے ہو رہی تھی۔ لیکن انتظامیہ بھی ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھی تھی۔ تمام متعلقہ محکمے حرکت میں آچکے تھے نادیدہ مجرم کو شدت کے ساتھ تلاش کیا جا رہا تھا۔ خفیہ پولیس کے لوگ گلی گلی گھوم رہے تھے۔ لیکن مجرم یا شاید اس کا کوئی وجود ہی نہ تھا اور اگر ان وارداتوں کی تہہ میں کوئی انسانی ہاتھ کار فرما تھا۔ تو اس نے خود کو قانون کی گرفت اور حدود سے بہت دور رکھا ہوا تھا۔

لوگ اس قدر خوفزدہ ہو گئے تھے۔ کہ اپنے ہی سائے سے بدک جاتے۔ کھانے پینے کی اشیاء میں سخت احتیاط برتی جانے لگی۔ ایک دوسرے کی دی ہوئی چیز کو شک وشبہ کی نظر سے دیکھا جانے لگا دعوتیں اور تقریبات بالکل ختم ہو گئی تھیں ہر آدمی کو اپنی جان کی فکر لگی ہوئی تھی۔ لیکن اس قدر احتیاطی تدابیر کے باوجود شہر میں ہر روز ہزاروں افراد مر جاتے۔ آبادیاں ویرانوں میں تبدیل ہو گئیں قبرستانوں میں دفن کے لئے جگہ باقی نہ رہی۔ اور ہر طرف ایک نفسا نفسی کا عالم ہو گیا

صرف یہی نہیں کہ لوگ پراسرار طور پر بھاری تعداد میں مر رہے تھے۔ بلکہ دہشت پسندوں نے بھی اپنی کارروائیاں زور وشور سے جاری کر رکھی تھیں۔ سرکاری وفوجی اہمیت کے مقامات اور صنعتی مراکز کو تباہ کیا جا رہا تھا۔ ہر روز شہر میں بم پھٹنے کی کئی

وارداتیں اس سے پہلے ایٹمی ری ریکٹر، پاور ہاؤس، ٹیلی فون ڈپارٹمنٹ آئل ریفائنری اور بہت سے سرکاری دفاتر واہم جگہوں کو بموں سے اڑا دیا گیا تھا۔

کئی افراد کو عین موقع پر گرفتار بھی کیا گیا۔ لیکن انہوں نے سختی سے اپنی زبانیں بند کرلیں۔ انھیں ہر طرح اذیت پہنچائی گئی۔ مگر وہ زبان سے ایک لفظ ادا کرنے پر آمادہ نہ ہوئے۔

کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ ملک کے اندر دہشت پھیلانے کا ماحول پیدا کرنے میں انڈونیشیا کا ہاتھ ہے یہ بات کسی حد تک ٹھیک بھی تھی۔ انڈونیشیا ہمیشہ سے اس ملک کا حریف چلا آرہا ہے اور پھر اس کے حکمرانوں کا مزاج کچھ ایسا تھا کہ اس سے کوئی امر بعید نہ تھا۔ بہرحال حالات بہت نازک شکل اختیار کر گئے تھے اور ملک کی سلامتی سخت خطرے میں پڑ گئی تھی۔

○

وہ دونوں پیٹرول پمپ پر ایک ہی وقت میں پہنچے تھے۔
اور پھر فیاض عمران کو اپنے گھر کھینچ لایا تھا۔
اب بتاؤ تم اتنے دن کہاں رہے۔؟ فیاض نے ڈرائنگ روم
میں داخل ہوتے ہی کہا۔
میں آج کل قدیم النسانی ڈھانچوں پر ریسرچ کر رہا ہوں۔
کیا مطلب ؟
پھر وہی کیا مطلب! اماں تم بات کو پہلی ہی مرتبہ میں کیوں
نہیں سمجھ لیا کرتے ہو
تمہاری باتیں ہی اس قدر بے تکی ہوتی ہیں۔
نہیں سوپر فیاض! میری باتیں بے تکی نہیں بلکہ تمہاری سمجھ
سے بالاتر ضرور ہیں۔ میں نے فلسفہ میں ایم۔ اے کیا ہے ڈگر ڈگی
نہیں بجائی! ....
آخر یہ ڈھانچوں کا کیا معاملہ ہے؟ فیاض نے بیزاری
سے پوچھا۔

پلیسر تیج سویر — فیاض! دراصل میں یہ سوچ رہا ہوں کہ اگر کسی صورت سے ان ڈھانچوں میں جان ڈال دی جائے تو انہیں پولیس کے محکمے میں کس عہدہ پر فائز کیا جا سکتا ہے۔

کیا کہہ رہے ہو۔"

ٹھیک کہہ رہا ہوں۔" یہ ڈھانچے نئی زندگی پا کر یقیناً بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کریں گے۔ یوں بھی ہمارے ملک کی پولیس کھا کھا کر موٹی اور ناکارہ ہو کر رہ گئی ہے۔ اور اگر عالم یہی رہا تو اس ملک کے عوام کا خدا ہی حافظ ہے۔

کیا عالم — ؟ فیاض نے چونک کر پوچھا۔

شاید تمہاری یادداشت کمزور ہو گئی ہے۔" عمران نے جواب دیا۔ میں ان ہزاروں افراد کی بات کر رہا ہوں۔ جو ہر روز قبرستانوں کی آبادی میں حیرت انگیز اضافہ کر رہے ہیں۔

یہ تو ہے — ! فیاض نے پریشان لہجہ میں کہا۔ شہر کے کسی قبرستان میں ایک انچ جگہ باقی نہیں رہ گئی ہے۔ حکومت سخت پریشان ہے۔ نئے قبرستانوں کے لئے ہزاروں ایکڑ آراضی الاٹ کی گئی ہے۔ لیکن نئے قبرستان بھی بہت تیزی سے پر ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ ایک ایک قبر میں کئی کئی لاشوں کو دفن کیا جا رہا ہے مگر۔

مگر یہ! عمران نے اس کی لمبی بات کاٹ دی۔ کہ اب تم زیادہ عرصہ تک مردوں کی حق تلفی نہ کر سکو گے۔

کیسی حق تلفی ــ ؟

یہی کہ تم ایک قبر میں کئی کئی مردوں کو اتار دیتے ہو۔ اور کل جب میں نے ایک مردے کی روح کو اپنے عمل کے ذریعے حاضر کیا۔ تو اس نے بتایا کہ آل مردہ اینڈ ڈھانچہ فیڈریشن کے چیئرمین نے اپنے ایک ہنگامی اجلاس میں اس بات کا اعلان کیا ہے کہ وہ عنقریب زندوں کی اسمبلی میں ایک مردہ ایک قبر کے سوال پر ایک قرار داد پیش کریں گے۔ اور اگر ان کی بات اسمبلی میں نہیں سنی گئی تو وہ تشدد اور ہنگامہ آرائیوں پر اتر آئیں گے.... اور تم جانتے ہی ہو سوپر فیاض! کہ ڈھانچوں کے استخوانی ہاتھ تشدد کے معاملے میں کتنے کارگر ثابت ہو سکتے ہیں۔ اور اگر.......

بکواس بند کرو ــ! فیاض گرجا۔ ہزاروں آدمی روز موت کا لقمہ بن رہے ہیں اور تمہیں مذاق سوجھا ہے ــ"

پھر میں کیا کروں ــ ؟

آدمی بنو! تمہیں شاید حالات کی نزاکت کا احساس نہیں ہے۔

نہ مجھے احساس کی ضرورت ہے! عمران نے برجستہ کہا ــ جب تم جیسے ذمہ دار پولیس افسر اپنے شولڈرز پر تین اسٹار ٹانکے پھر رہے ہیں۔ تو مجھ جیسا بے کار اور کم عقل آدمی کس گنتی میں شمار ہے۔

فیاض نے عمران کی طرف دیکھا۔ پھر اس کے ہونٹوں

پر مسکراہٹ پھیل گئی ۔ "

بیٹو مت ! اس نے عمران سے کہا ۔ اگر تم چاہو تو اس کیس میں میرے ساتھ کام کر سکتے ہو ۔"

اگر میں چاہوں ..... ! بہت خوب !! عمران نے کہا۔ گویا آج کل تم بہت محتاط لہجہ استعمال کر رہے ہو ۔" بہرحال اگر میں انکار کر دوں ۔ ؟

مجھے یقین ہے تم ایسا نہیں کرو گے ۔" فیاض نے کہا ۔

کیوں ۔ ؟

تم اس کیس میں ضرور ٹانگ اڑاؤ گے ۔

اور اب تک میرے ٹانگ نہ اڑانے کو تم کیا سمجھ رہے ہو۔

میں نے اس پہلو پر غور ہی نہیں کیا ۔" فیاض نے جواب دیا بہرحال حالات بہت تشویشناک ہو گئے ہیں ۔

تم نے اس سلسلے میں کیا رائے قائم کی ہے ۔ " عمران نے پوچھا ۔

کچھ بھی نہیں میرے دوست ! فیاض نے مایوسی سے کہا۔ میں پہلے دن کی طرح آج بھی تاریکی میں ہوں ۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ان وارداتوں کا اصل ذمہ دار کون ہے ۔ اور اس نے لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے کون سا طریقہ رائج کر رکھا ہے ۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ ہزاروں آدمی ہلاک ہو رہے ہیں ۔ لیکن قاتل کا

ان واقعات میں کوئی وجود ہی نظر نہیں آتا۔
اس کا مطلب ہے کوئی نادیدہ قوت لوگوں کے جسموں
میں وہ خوفناک زہر انجیکٹ کر دیتی ہے۔
اور کیا کہا جا سکتا ہے۔" فیاض نے نظریں چراتے ہوئے
کہا۔
پھر تم پولیس کی نوکری چھوڑ کر تعویز گنڈوں کا دھندا کرو تو
زیادہ فائدہ مند ثابت ہو گا۔
کیا بک رہے ہو۔"
حقیقت بیان کر رہا ہوں سوپر۔ فیاض! جب پولیس
ایسے مفروضہ پر یقین کرنے لگے۔ تو مجرموں کو کون پکڑے گا۔
میں نے تذکرۃ یہ بات کہہ دی تھی۔" فیاض نے جواب دیا۔
پھر ٹھیک ہے۔" مگر میں آج کل ڈھاکوں والے معاملے
میں بہت مصروف ہوں۔
قطعی فضول بات! فیاض نے برا سا منہ بنایا پھر وہ نرم لہجے میں
آہستہ آہستہ کہنے لگا۔
یہ ضرور ہے کہ ہمارے درمیان ہمیشہ اختلاف رہے ہیں اور
تمہیں مجھ سے کچھ ذاتی اور جائز شکایتیں بھی ہونگی۔ لیکن میں اپنے
دل میں تمہارے متعلق کوئی غلط خیالات نہیں رکھتا یہ میرے
عہدہ کی مجبوری اور سب ظاہرداری کی باتیں ہیں۔ بہرحال

"میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت ہمیں مل جل کر کام کرنا چاہئیے یہ ملک اور قوم کی سلامتی کا سوال ہے۔ عمران نے غور سے فیاض کے چہرے کی طرف دیکھا اور اسے وہاں سچائی نظر آئی۔

دفعتاً ٹیلی فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ فیاض نے ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

ہیلو......" کیپٹن فیاض اسپیکنگ!!

میں ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ احسان رضوی بول رہا ہوں دوسری طرف سے آواز آئی۔ آپ فوراً میری رہائش گاہ پر تشریف لے آئیں۔

بہت بہتر جناب! کوئی خاص بات؟

دوسری جانب چند لمحے خاموشی رہی ـــــ پھر بھرائی ہوئی آواز میں کہا گیا۔

میرا سب سے بڑا لڑکا بھی اسی طرح ہلاک ہو گیا ہے۔

اوہ...." فیاض نے غمزدہ لہجہ میں کہا ـــــ مجھے سخت افسوس ہے۔ تاہم میں بہت جلد پہنچ رہا ہوں۔"

پھر اس نے ریسیور رکھ دیا۔

ایک اور واردات! اس نے عمران کی طرف دیکھ کر کہا۔

پوری بات بتاؤ سوپر فیاض!

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ احسان رضوی کا لڑکا بھی اسی مہلک زہر کے ذریعہ قتل کیا گیا ہے۔

فون پر رضوی صاحب خود تھے۔؟

ہاں انہوں نے خود اطلاع دی ہے۔

کچھ تفصیلات تو ضرور بتائی ہوں گی۔"

نہیں فیاض نے جواب دیا ـــــ لیکن ہم فوری طور پر وہاں چل رہے ہیں۔

تمہارے ساتھ اور لوگ تو نہیں ہوں گے۔" عمران نے پوچھا

اگر تم چاہو تو چند کانسٹیبل اور ایک آدھ انسپکٹر کو ساتھ لیا جا سکتا ہے ورنہ......

ٹھیک ہے! ہم اکیلے ہی چلیں گے۔ عمران نے بیچ میں اس کی بات کاٹ دی۔

پھر وہ دونوں اٹھ کر باہر آگئے۔

اور کچھ دیر بعد فیاض کی کار ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے بنگلے کی طرف دوڑ رہی تھی۔

عمران اس کے برابر ہی اگلی سیٹ پر بیٹھا تھا۔ وہ بالکل خاموش تھا اور پوری شدت سے ان ہولناک واقعات پر غور کر رہا تھا۔

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ احسان رضوی اپنی کوٹھی کے برآمدے میں نہایت بے چینی سے ٹہل رہے تھے۔ ان کا چہرہ اس وقت بہت غمگین تھا۔ اور ان کی باوقار شخصیت بالکل پھیکی محسوس ہو رہی تھی۔

فیاض کو دیکھتے ہی وہ تیزی سے اس کی طرف لپکے پھر اسے لئے ہوئے اپنے لڑکے کی خوابگاہ میں پہنچ گئے۔

لاش کو ابھی تک کسی نے ہاتھ نہیں لگایا تھا۔ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں اور وہ صوفے سے ٹیک لگائے اس طرح بیٹھا تھا جیسے بہت گہری سوچ میں ہو۔

فیاض اور عمران بہت غور سے لاش کا معائنہ کرنے لگے پھر فیاض نے پوچھا۔

"یہ کس وقت اپنے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔"

سہ پہر تین بجے! احسان رضوی نے جواب دیا۔

اس وقت یہ بالکل ٹھیک حالت میں تھے۔ عمران نے سوال کیا۔
ہاں۔ ایں نے اس کی حالت میں کوئی تغیر محسوس نہیں کیا تھا۔
تین بجے یہ ہمیشہ کی طرح ہشاش بشاش تھا۔
کیا تین بجے سے پہلے کے واقعات پر آپ روشنی ڈال سکتے ہیں
فیاض بولا۔
کوئی خاص بات نہیں! ہم گھر کے سب افراد ڈرائینگ روم میں
بیٹھے ہوئے تھے۔ وہیں ہم نے چائے پی تھی۔ پھر ارشد اپنے کمرے میں
چلا گیا تھا۔
ارشد کون۔؟ عمران نے پوچھا۔
اس کا نام ارشد تھا۔" احسان رضوی بھرائی ہوئی آواز میں
کہنے لگے۔ یہ بہت ہونہار لڑکا تھا اور اس سے مجھ کو شدید محبت تھی۔
کیا آپ نے اس بات کو اس وقت محسوس نہیں کیا تھا۔ کہ ارشد
سب لوگوں کو چھوڑ کر اپنے کمرے میں کیوں جا رہا ہے۔ عمران نے پوچھا۔
وہ انگلینڈ خط لکھنا چاہتا تھا۔
انگلینڈ۔ کیوں۔؟ فیاض نے جلدی سے پوچھا۔
دراصل...... احسان رضوی کہنے لگے...... ارشد انجنیرنگ
کی تعلیم مکمل کرنے کی غرض سے اگلے چند روز میں انگلینڈ روانہ ہونے والا
تھا۔ اس سلسلے میں وہ اپنے ایک دوست کو رہائش وغیرہ کے انتظامات
کے سلسلے میں اطلاع دینا چاہتا تھا۔"

وہ خط ابھی پوسٹ تو نہیں کیا گیا۔" عمران نے پوچھا۔

نہیں ۔۔۔! شاید لکھنے کی میز پر موجود ہوگا۔

پھر ان تینوں نے بیک وقت ایک گوشہ میں پڑی ہوئی میز کی طرف دیکھا۔

لفافہ وہاں رکھا ہوا تھا۔

فیاض تیزی سے آگے بڑھا۔ اور لفافہ میز کے اوپر سے اٹھالیا وہ ڈاک کا چھپا ہوا لفافہ نہیں تھا۔ اور لفافہ کے اوپر مطلوبہ ٹکٹ چسپاں کئے گئے تھے۔ اسے بند کردیا گیا تھا اور اس پر انگلینڈ کا پتہ تحریر تھا۔

کیا میں اس خط کو کھول سکتا ہوں۔" فیاض نے اجازت طلب نظروں سے احسان رضوی کی طرف دیکھا۔

ہاں ۔۔! مجھے کوئی اعتراض نہیں۔!

فیاض نے لفافہ چاک کیا ۔۔۔ مگر اس میں کوئی خاص بات تحریر نہیں تھی۔ ارشد نے اپنے دوست کو اپنی آمد اور رہائشی انتظامات کے سلسلے میں مختصر سی اطلاع دی تھی۔

تفتیش کے سلسلے میں مجھے اس خط کی ضرورت پڑ سکتی ہے۔ فیاض نے احسان رضوی کی طرف دیکھا۔

آپ اس خط کو رکھ سکتے ہیں۔" یہ میرے کسی کام کا نہیں ہے فیاض نے شکریہ کہکر خط جیب میں رکھ لیا پھر اس نے احسان رضوی

سے کہا۔

"مجھے آپ کے غم کا شدت سے احساس ہے۔ ہم پوری تندہی سے مجرموں کی تلاش میں لگا ہوا ہوں اور مجھے امید ہے کہ وہ جلد منظر عام پر آجائیں گے۔ بہر حال میں متعلقہ پولیس افسر کو یہاں بھیج رہا ہوں۔ وہ رپورٹ کے بعد ہی اس سلسلے میں کوئی رائے قائم کی جا سکتی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس میں کسی قسم کی رائے زنی کی ضرورت ہی نہیں ہے۔" احسان رضوی نے بھرائے ہوئے لہجہ میں کہا۔ "یہ بھی زہر سے ہلاک ہونے کا ایک عام کیس ہے۔"

"بظاہر تو یہی نظر آتا ہے۔" فیاض نے کہا۔ "لیکن ممکن ہے اس کیس کی نوعیت کچھ مختلف ہو۔"

احسان رضوی نے کوئی جواب نہیں دیا۔ وہ ڈبڈباتی ہوئی آنکھوں سے اپنے جوان بیٹے کی لاش کی طرف دیکھ رہے تھے۔

پھر فیاض نے احسان رضوی سے اجازت چاہی اور وہ کار تک اسے چھوڑنے آئے۔

لیکن اس بات کا پتہ فیاض اور احسان رضوی میں سے کسی کو نہ چل سکا کہ عمران نے فیاض کی کوٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر وہ لفافہ نکال لیا ہے۔

فیاض کار ڈرائیو کرتا ہوا سڑک پر آگیا۔ پھر اس نے عمران سے کہا۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ...... زہر سے ہلاک ہونے والے پرکیس میں کسی کو خط لکھنے کا معاملہ ضرور ہے۔

مگر عمران فیاض کی بات پر خاموش ہی رہا تھا۔ وہ اس وقت بہت گہری سوچ میں تھا۔

کچھ دیر بعد اس نے گہری سانس لے کر کہا۔

یہی بات تو غور طلب ہے۔ سوپر ــــ فیاض!......

فیاض کی جیب سے نکالا ہوا لفافہ عمران نے اسی دن اپنے ایک دوست کے توسط سے لیبارٹری اسسٹنٹ کے حوالے کر دیا تھا اسے اس سلسلے میں بہت اہم انکشافات کی توقع تھی۔

وہ اس وقت شہر کی بگڑی ہوئی صورت حال پر نہایت سنجیدگی سے غور کر رہا تھا۔

اسے اس بات کا بھی پتہ نہیں چلا تھا کہ کب سلیمان کمرے میں داخل ہو کر چائے کا کپ اس کے سامنے رکھ گیا تھا..... اور اب

ں میں ایک مکھی تیر رہی تھی۔

ابے او سلیمان کے بچے ..... ! عمران پوری قوت سے چیخا تھا

اور کچھ دیر بعد ہی سلیمان سہما سہما کمرے کے اندر داخل ہوا۔

مجھے بلایا تھا صاحب !

ہاں۔ ! یہ چائے کی پیالی میں کیا ہے۔

چائے ہے صاحب !

چائے کے علاوہ بھی کوئی چیز اس میں موجود ہے۔ ذرا غور

سے دیکھو !

سلیمان جھک کر دیکھنے لگا۔

ہی ہی ہی ..... مکھی ہے جناب !

ہوں۔ ! عمران نے آنکھیں نکالیں۔ بہت لاپرواہ ہوتا

جا رہا ہے تو۔

غلطی سے گھس گئی ہوگی صاحب ! بے زبان جانور ہے نا۔

اسی وقت عمران کے ذاتی فون کی گھنٹی بجی۔ اور اس نے

سلیمان کو کمرے سے بھگا کر ریسیور اٹھا لیا۔

دوسری طرف فیاض تھا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

غضب ہوگیا۔ وہ خط میری جیب سے کسی نے اڑا لیا۔

کون سا خط ۔ !

وہی جو احسان رضوی کے لڑکے نے لندن میں اپنے ایک

دوست کو لکھا تھا۔

چلو چھٹی ہوئی! عمران نے جواب دیا۔ آدمی کا جس قدر بوجھ ہلکا ہو جائے اچھا ہی ہے۔"

عجیب خبطی آدمی ہو! فیاض نے جھنجھلا کر کہا تھا۔ وہ خطابت ضروری تھا۔ اور اب تو مجھے یقین ہو گیا ہے کہ یہ خطوط ہی کسی نہ کسی طرح ان ہولناک وارداتوں کے ذمہ دار ہیں۔

مگر ایک لفافہ کسی جیتے جاگتے آدمی کو کس طرح قتل کر سکتا ہے۔ عمران نے کہا۔

یہی میں سوچتا ہوں! بہرحال ان لفافوں کا نظرانداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔

ٹھیک ہے! پھر تم اس لفافہ کی گمشدگی کا اخبار میں اشتہار چھپوا دو۔ اور ساتھ ہی انعام کا اعلان بھی کر دو۔"

بکو مت! فیاض نے غصیلی آواز میں کہا۔

پھر عمران نے دوسری جانب سے ریسیور کریڈل پر رکھے جانے کی آواز سنی۔

عمران بھی ریسیور رکھ کر ٹیلی فون کے پاس سے ہٹ آیا اس لئے وہ پورا دن گھر پر ہی رہ کر گزار دیا۔ شاید فلیٹ پر کسی کی آمد متوقع تھی تقریباً پانچ بجے کال بیل کی آواز سن کر وہ چونک پڑا۔

کچھ دیر بعد سلیمان نے ایک کارڈ لا کر دیا۔ آنے والا اس کا دیکھا

دوست تھا۔ جس کے ذریعہ نیاض کی جیب سے نکالا ہوا لفافہ کیمیاوی تجزیہ کے لئے لیبارٹری روانہ کیا تھا۔

اسے فوراً اندر لے آؤ! عمران نے سلیمان سے کہا۔ اور ساتھ ہی چائے کا انتظام بھی کر لو۔

چند ثانیے بعد سلیمان ایک جھینپ زدہ شخص کو لئے ہوئے اندر داخل ہوا۔ اس کا نام فیروز تھا۔ اور کالج کے زمانے میں وہ عمران کا بہترین دوست ہوا کرتا تھا۔

عمران اس سے نہایت تپاک سے ملا۔

پھر اس نے پوچھا۔

میں آج دن بھر تمہارا انتظار کرتا رہا ہوں۔ وہ رپورٹ لے آئے ہو

ہاں۔ فیروز نے بیٹھتے ہوئے کہا ——— تم کسی کام کو کہتے اور میں بھلا انکار کر دیتا۔

پھر اس نے جیب سے ایک بڑا سا سربمہر لفافہ نکالا اور عمران کی طرف بڑھا دیا۔

عمران نے لفافہ اس کے ہاتھ سے لے کر میز پر رکھ دیا اتنی دیر میں سلیمان چائے لے آیا۔

چائے کے دوران ادھر ادھر کی گفتگو ہوتی رہی۔ پھر تقریباً نصف گھنٹے کے بعد فیروز رخصت ہو گیا۔ اس نے عمران کو اپنے گھر کی دعوت دی تھی۔ اور عمران نے اسے قبول کر لیا تھا۔

فیروز کے جاتے ہی عمران نے لفافہ چاک کیا۔ اور رپورٹ پڑھنے لگا دوسرے ہی لمحہ اس کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔ اس قدر خوفناک سازش ...... وہ آپ ہی آپ بڑبڑایا۔ پھر وہ تیزی سے اٹھا، اور سر سلطان کو رنگ کرنے لگا۔

دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا تھا۔ سر سلطان کہہ رہے تھے۔

شہر کی حالت بہت سنگین ہو گئی ہے۔ تم اس سلسلے میں کیا کر رہے ہو۔ اب تک بے شمار افراد ہلاک ہو چکے ہیں۔

میں اسی سلسلہ میں گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ عمران نے جواب دیا۔

بہتر ہے تم فوراً ادھر چلے آؤ۔ سر سلطان نے کہا۔ ایسی باتیں فون پر مناسب نہیں۔

بہت خوب! میں ابھی پہنچ رہا ہوں۔

○

سیکوریٹی پرنٹنگ پریس کی پہلی شفٹ ڈیوٹی ختم کر کے لوگ واپس آ رہے تھے
اس کے ساتھ ہی دوسری شفٹ کے لوگ اندر داخل ہو رہے تھے۔
اس پریس میں چوبیس گھنٹے میں بے شمار افراد کام کرتے تھے اور
کام کی زیادتی کے سبب یہاں چوبیس گھنٹے مسلسل کام ہوا کرتا تھا
اس وقت دو آدمی گیٹ پر اپنے شناختی کارڈ دکھا کر اندر
عمارت کی طرف بڑھ رہے تھے۔ وہ وضع قطع سے قلی معلوم ہو رہے تھے۔
شاید آپس میں ان کی جان پہچان بھی تھی کیونکہ وہ ایک دوسرے
سے گفتگو کرتے ہوئے چلے جا رہے تھے۔
ان دو آدمیوں کے پیچھے ایک اور شخص تھا۔ وہ بھی حلیے
سے مزدور معلوم ہوتا تھا۔ وہ ایک بوڑھا آدمی تھا۔ اور قدرے
جھک کر چل رہا تھا۔
وہ تینوں آدمی پریس کی عمارت کے جس حصے میں داخل
ہوئے تھے وہاں ڈاک کے ٹکٹوں پر گوند لگانے کا کام ہوتا تھا۔

سب لوگ اپنے اپنے ڈیپارٹمنٹ میں پہنچ چکے تھے۔
دوسری شفٹ نے اپنا کام شروع کر دیا تھا۔ وہ دونوں آدمی گوند حل کرنے والی مشین پر مامور تھے۔ اسی جگہ وہ حل شدہ گوند ایک دوسری مشین کے اس حصے میں پہنچتا تھا۔ جہاں آٹومیٹک طریقے سے ٹکٹوں کے دوسری طرف لگتا تھا۔ اور یہیں پر وہ تیسرا آدمی کام کرتا تھا۔

یہ لوگ اس مشین سے کچھ زیادہ دور نہیں تھے جہاں وہ دونوں آدمی کام کر رہے تھے۔ اور وہ بوڑھا آدمی ان دونوں کو چور نظروں سے مسلسل دیکھ رہا تھا۔ بلکہ ایک طرح وہ ان پر نظر رکھے ہوئے تھا۔
کچھ دیر بعد ان دونوں میں سے ایک آدمی کینٹین کی طرف چلا گیا۔"
اور اس کے جانے کے تھوڑی دیر بعد وہ بوڑھا آدمی بھی کینٹین میں داخل ہو رہا تھا۔
وہ دونوں ایک ہی بینچ پر بیٹھ گئے تھے۔ پھر کینٹین کے بیرے نے ان کے سامنے چائے لا کر رکھ دی تھی۔
آج سردی بہت ہے" بوڑھے نے چائے کا گھونٹ پیتے ہوئے اس آدمی سے کہا۔
ہاں — اس شہر میں موسم کا کوئی بھروسہ نہیں کل خاصی

گرمی ہو گئی تھی۔ اور آج ٹھنڈ سے دانت بج رہے ہیں۔
مگر تم نوجوان آدمی ہو۔ تمہیں تو اس قدر سردی نہیں لگنی چاہیئے۔"
تم بھی تو خوب بنے کٹے ہو! دوسرے آدمی نے مسکرا کر کہا
سردی تو تمہیں بھی نہیں لگنا چاہیئے۔ بس ذرا بوڑھے ہو گئے ہو
میری عمر کو پہنچو گے تو چوکڑی بھول جاؤ گے بڈھے نے جواب دیا۔ میں نے روپیہ کا پانچ سیر گھی کھایا ہے۔
کونسا گھی ———؟
میں ڈالڈا کی بات نہیں کر رہا ہوں۔"
پھر تو یقیناً اب بھی تمہارے جسم میں کافی قوت موجود ہو گی
آزما لو ——! بوڑھے نے مسکرا کر جواب دیا۔
ایسی کوئی بات نہیں۔" دوسرے آدمی نے بھی ہنس کر کہا
مگر میں نے تمہیں آج ہی اس ڈیپارٹ میں دیکھا ہے۔ کیا تم آج ہی ملازم ہوئے ہو۔
نہیں ——! بڈھے نے جواب دیا پہلے میں کٹنگ ڈیپارٹمنٹ میں کام کر رہا تھا۔ آج مجھے اس مشین پر منتقل کر دیا گیا۔
اور یہاں والا آدمی ———؟
اس کے بارے میں مجھے کچھ معلوم نہیں۔" شاید اس کی سروس پوری ہو گئی ہو یا اسے کسی دوسری جگہ ٹرانسفر کر دیا گیا ہو۔

دوسرا آدمی خاموش ہو گیا۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں چائے ختم کر کے اٹھے۔ اور کینٹین سے نکل کر اپنی جگہ پر پہنچ گئے۔ بڈھے کے انکار کے باوجود اس آدمی نے دونوں چائے کے پیسے خود ہی ادا کئے تھے۔

گو بڈھا اپنے کام میں بے حد منہمک نظر آتا تھا۔ لیکن اس کی نظریں بڑے محتاط انداز میں ان دونوں کی حرکات و سکنات کا جائزہ لے رہی تھیں۔

انٹرول کے بعد کام پھر شروع ہو گیا۔ بڈھا اب بھی ان دونوں پر گہری نظر رکھے ہوئے تھا۔

کچھ دیر بعد اچانک بڈھا اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور ایک بڑی مشین کی اوٹ میں ہو کر ان دونوں آدمیوں کو بہت غور سے دیکھنے لگا

وہ دونوں بھی خاصے محتاط نظر آتے تھے۔ ان کی تیز نظریں ارد گرد کا مسلسل جائزہ لے رہی تھیں۔

پھر ان میں سے ایک آدمی اس جگہ سے چلا گیا لیکن کچھ دیر بعد ہی وہ واپس آگیا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی چیز تھی اور وہ چیز اس نے اپنے ساتھی کو تھما دی تھی۔

دوسرے آدمی نے فوراً اسے اپنے کوٹ کی جیب میں رکھ لیا تھا۔ پھر وہ اس جگہ پہنچ گیا جہاں سے حل شدہ گوند مشین کے اس حصے میں داخل ہوتا تھا۔ جہاں ڈاک کے ٹکٹوں کی بڑی بڑی

شیٹوں کی نچلی سطح پر گوند مسلسل لگ رہا تھا۔

پھر اس نے وہی چیز اپنے کوٹ کی جیب سے نکالی جو اس کے ساتھی نے لا کر اسے دی تھی۔ وہ ایک شیشی تھی اور اس میں سفید رنگ کا کوئی رقیق مادہ بھرا ہوا تھا۔

اس نے غور سے چاروں طرف دیکھا۔ اور پھر نہایت سرعت سے شیشی کا رقیق مادہ حل شدہ گوند میں الٹ دیا۔

بڈھا مشین کے پیچھے چھپا ہوا نہایت توجہ سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔

پھر وہ اس جگہ سے ہٹ کر اس طرح اپنی جگہ پر پہنچ گیا جیسے اسے کسی بات کی خبر ہی نہ ہو۔

رات کے گیارہ بجے دوسری شفٹ ختم ہو گئی۔ تیسری شفٹ والے اپنی ڈیوٹی پر پہنچ گئے تھے۔ بڈھا بھی ڈیوٹی ختم کر کے باہر نکلنے لگا۔ وہ دونوں آدمی چند قدم کے فاصلے کے آگے آگے چل رہے تھے۔

بڈھا ذرا تیز چل کر ان دونوں کے نزدیک پہنچ گیا۔

آؤ کینٹین میں چل کر چائے کی ایک ایک پیالی پیتے ہیں۔" اس نے ان دونوں سے کہا۔ سردی اب کچھ اور بڑھ گئی ہے۔

شاید تم بدلہ اتارنا چاہتے ہو۔" اسی آدمی نے کہا۔ جو بڈھے کے ساتھ اس سے پہلے کینٹین میں چائے پی چکا تھا۔

"نہیں" بڈھے نے کہا۔ بدلے کی بات نہیں ہے۔ تم میرے بچوں کے برابر ہو۔ اور اس ڈیپارٹمنٹ میں تم سے مل کر میں بہت خوش ہوا ہوں۔ میرا بھی ایک بیٹا تھا۔ بالکل تمہاری طرح جوان اور خوبصورت مگر وہ ایک حادثہ کا شکار ہو گیا۔ وہ میری واحد اولاد تھی اور میں اس کے غم کو کبھی نہ بھلا سکوں گا۔"

دوسرا آدمی بڈھے کی دعوت قبول کرنے پر آمادہ نظر نہیں آتا تھا لیکن بڈھا بغلیں کھینچ کر کینٹین تک لے ہی گیا۔

اور اب چائے پی کر وہ لوگ کینٹین کے باہر آئے۔ تو اتنی دیر میں پورا اسٹاف باہر نکل چکا تھا۔ اور اب وہ تینوں اکیلے ہی گیٹ کی طرف بڑھ رہے تھے۔

گیٹ پر تلاشی دے کر وہ باہر نکل آئے سب لوگ اپنے اپنے گھروں کو جا چکے تھے۔ اسٹاف کوارٹر پریس کی عمارت سے نصف فرلانگ کے فاصلے پر بنے ہوئے تھے۔ درمیان میں ایک وسیع میدان تھا جس میں جگہ جگہ خار دار جھاڑیاں اور تناور درخت کھڑے ہوئے تھے۔

وہ تینوں اسٹاف کوارٹر کی طرف بڑھتے ہوئے اس وقت اسی میدان سے گذر رہے تھے۔ بڈھا بھرائی ہوئی آواز میں اپنے بیٹے کی موت کی کہانی سنا رہا تھا۔

دفعتاً بڈھا پلٹا۔ اور اس نے بجلی کی سی تیزی کے ساتھ

ایک آدمی کے منہ پر زبردست گھونسا رسید کیا۔
اس اچانک حملے کی تاب نہ لاکر وہ آدمی دھڑسے زمین پر
گر گیا۔
مگر بڈھے نے اس کو گرتے نہیں دیکھا۔ بلکہ جھپٹ کر دوسرے
آدمی کی کنپٹی پر بھی ایک زوردار مکا جما دیا۔
بڈھا واقعی طاقت ور تھا۔ کیونکہ دوسرا آدمی بھی زمین
پر پہنچ گیا تھا۔
اتنی دیر میں وہ پہلا آدمی اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لیکن بڈھے کے
دوسرے فولادی مکے نے اسے پھر زمین پر گرنے پر مجبور کر دیا تھا
بڈھا فوراً ہی دوسرے آدمی کی طرف پلٹا ... کیونکہ اتنی
دیر میں وہ بھی کھڑا ہو گیا تھا۔ اور اس سے پہلے کہ بڈھا اس کی خبر
لے ـــ فائر کی آواز سے ماحول گونج گیا۔
زمین پر پڑے ہوئے شخص نے پستول سے فائر کیا تھا۔
مگر..... گولی بڈھے کو لگنے کی بجائے اس کے اپنے
ساتھی کے سر کو چھیدتی ہوئی نکل گئی۔
اور اس سے پہلے کہ وہ بڈھے پر فائر کرے۔ جھاڑیوں کی
اوٹ سے نکل کر ایک دوسرا سایہ پستول والے پر جھپٹ پڑا تھا
اس نے پستول والے کے ہاتھ پر زبردست ٹھوکر لگائی
تھی۔ اور اس کا پستول اچھل کر دور جا پڑا تھا۔

پستول والے نے زمین سے اٹھنے کی کوشش کی۔ مگر سائے کی دوسری ٹھوکر پستول والے کے سر پر لگی اور اس دوسری ٹھوکر سے شاید پستول والا بے ہوش ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس نے دوبارہ اٹھنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"دوسرا آدمی مر گیا۔" سائے نے کہا۔ یہ فیاض کی آواز تھی۔

"ممکن ہے صرف زخمی ہوا ہو۔" یہ عمران کی آواز تھی جو بڈھے کے منہ سے نکلی تھی۔

عمران نے جیب سے ٹارچ نکال کر زخمی کو دیکھا۔ لیکن وہ ختم ہو گیا تھا۔ گولی اس کی کھوپڑی میں گھسی تھی۔

"تمہاری کار کہاں ہے۔" عمران نے پوچھا۔

"سڑک پر!"

"چلو پھر ایک کو تم اٹھاؤ اور ایک کو میں اٹھاتا ہوں۔"

اور کچھ دیر بعد وہ ان دونوں کو اٹھائے ہوئے کار کی طرف جا رہے تھے۔

○

ایک خاص حکم کے ذریعہ ملک کے تمام ڈاک خانے بند کر دیئے گئے تھے۔
نجی و سرکاری دفتروں میں پہلے ہی سے تالے پڑ چکے تھے۔
حکومت کے تمام کام بیک وقت رک گئے تھے جو دفاتر کھلے ہوئے تھے ان میں بھی حاضری برائے نام ہی تھی ملازمین دھڑا دھڑ اپنے استعفے پیش کر رہے تھے اس کے علاوہ کوئی گھرانہ ایسا نہ تھا جس کے ایک ایک دو دو افراد مر نہ گئے ہوں۔
ملک میں ہنگامی حالات کا اعلان کر دیا گیا تھا۔ ملک سخت معاشی، اقتصادی اور مالی بحران سے دو چار تھا ہر طرف ملٹری کی گاڑیاں گھوم رہی تھیں۔ ان سخت احتیاطی تدابیر کی بدولت پر اسرار اموات میں خاصی کمی ہو گئی تھی تاہم اکا دکا آدمی اب بھی مر رہے تھے :

ہر چند کہ ملک کو فوج کے حوالے کر دیا گیا تھا۔ تاہم سول محکمے مثلاً سیکرٹ سروس۔ انٹیلجنس اور محکمہ سراغرسانی اپنے اپنے طور پر مجرموں کی تلاش میں سرگرداں تھے۔

عمران اور فیاض پہلے ایک شخص کو جو سیکوریٹی پرنٹنگ پریس میں کام کرتا تھا۔ گرفتار کر چکے تھے۔ اس کا دوسرا ساتھی اس کے ہاتھوں ہلاک ہو چکا تھا اور وہ خود اب فیاض کی قید میں تھا۔

فیاض اس سے کئی دنوں سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔ لیکن اس نے اپنی زبان سختی سے بند کر رکھی تھی۔ عمران نے اس سلسلے میں البتہ کوئی خاص دلچسپی نہیں لی تھی۔ وہ کسی اور ہی دھن میں لگا ہوا تھا۔ اور فیاض کو اس کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔

اس وقت بھی فیاض اس قیدی کے ساتھ مغز کھپا رہا تھا

بتاؤ تم کون ہو ۔۔۔؟

کیا تمہیں میرے انسان ہونے میں کوئی شک ہے قیدی نے تمسخر اڑانے والے انداز میں کہا۔

چٹاخ ...... ! فیاض کا تھپڑ اس کے منہ پر پڑا اور خون کی لکیر اس کے منہ سے نکل کر ٹھوڑی تک بہتی چلی آئی۔

میں جو کچھ پوچھتا ہوں اس کا ٹھیک ٹھیک جواب دو۔ ورنہ،

ورنہ تم مجھے مار ہی ڈالو گے نا۔"

تم موت سے نہیں ڈرتے۔"

موت ایک حقیقت ہے۔ اور اس سے بزدل ڈرا کرتے ہیں۔

تم کس کے لئے کام کرتے ہو۔؟

کسی کے لئے بھی نہیں۔" اپنی تمام حرکات و سکنات کا میں خود
ذمہ دار ہوں۔

تمہیں کہاں سے احکامات ملتے ہیں۔

کہیں سے بھی نہیں۔"

تم سیکوریٹی پرنٹنگ پریس میں کیا کرتے ہو؟

نوکری کرتا ہوں۔

لیکن پریس کا ریکارڈ بتاتا ہے کہ تمہیں کبھی ملازم نہیں رکھا گیا۔
بلکہ وہ دوسرے ہی آدمی تھے جن کا تم نے بہروپ کر رکھا تھا۔

کسی کے بارے میں کوئی کچھ بھی کہہ سکتا ہے زبان پکڑی تو
نہیں جا سکتی۔

تم کچھ نہیں بتاؤ گے۔

مجھے کچھ معلوم ہی نہیں ہے۔"

"پھر سوچ لو"

"تم بہت کچھ جانتے ہو۔"

میں تمہیں ایسی اذیت پہنچاؤں گا کہ تم خواب میں اس کا تصور
نہیں کر سکتے۔

میں تمہیں اپنے جسم کے ساتھ سب کچھ کرنے کی اجازت دیتا ہوں
البتہ تم میری روح کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ۔
اچھا! فیاض نے دانت پیس کر کہا ۔ میں تمہاری حسرت
ضرور پوری کروں گا ۔
پھر اس نے حوالات کے باہر کھڑے ہوئے تین مستنڈے سپاہیوں
کو اشارہ کیا ۔
اور وہ تینوں اینٹھتے ہوئے اندر آ گئے ۔
ابھی وقت ہے! فیاض نے قیدی کی طرف دیکھتے ہوئے کہا
کس چیز کا وقت ۔ ؟
اگر تم زبان کھولدو تو میں تمہیں قانون کی زد سے بچا لینے پر
میں غور کر سکتا ہوں "
قیدی بہت زور سے ہنسا ۔
پھر بولا "
میرے دوست کیپٹن! میں زندگی میں کبھی کسی سے رحم کا
طلب گار نہیں ہوا ۔
بھلا ۔ ! فیاض نے خونخوار نظروں سے قیدی کی طرف دیکھا
پھر اس نے سپاہیوں سے کہا
اسے سنبھالو!
اور سپاہی بھوکے بھیڑیوں کی طرح بے دست و پا قیدی

پل پڑے۔ انہوں نے مکوں، گھونسوں، اور ٹھوکروں کی بارش کر دی تھی۔ وہ اس بری طرح مار رہے تھے کہ اگر کوئی دوسرا ہوتا۔ تو بتول دیتا۔ مگر وہ تو شاید فولاد کا بنا ہوا معلوم ہوتا تھا۔ اس کے آگے کے دو دانت ٹوٹ گئے تھے اور چہرہ لہولہان ہو گیا تھا۔ دیر بعد وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔

فیاض نے بے بسی اور حقارت سے اس کی طرف دیکھا۔ اور والات سے باہر آگیا۔

○

وہ ۲۱ اکتوبر کی ایک کہر آلود صبح تھی۔ یہ جزیرہ دبیز کہر میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اور چند گز کے فاصلے پر کوئی چیز بھی واضح طور پر نظر نہیں آرہی تھی۔

ائیرپورٹ پر بہت سخت انتظامات تھے۔ پولیس اور ملٹری کے نوجوان اور افسر بہت مستعد نظر آرہے تھے دراصل آج صدر مملکت امریکہ کے دورے پر روانہ ہونے والے تھے۔ سرکاری حلقوں کے مطابق ملک کی موجودہ صورت حال کے پیش نظر یہ دورہ انتہائی اہم تھا۔

لیکن موسم کی خرابی کے باعث یہ خصوصی پرواز منسوخ کر دی گئی تھی۔

صدر وی آئی پی روم میں موجود تھے۔ اور موسم سازگار ہونے کا انتظار کر رہے
تھے۔ محکمہ موسمیات نے اطلاع دی تھی کہ چند گھنٹے میں مطلع صاف ہو جائے گا
اور واقعی گیارہ بجے دھند چھٹ گئی۔ خصوصی پرواز کا دوبارہ اعلان
گیا۔ ائرپورٹ پر ہر طرف ہلچل مچ گئی۔ انتظامی عملہ پوری طرح چوکس اور
مستعد ہو گیا۔

کچھ دیر بعد صدر مملکت وی۔ آئی۔ پی روم سے نکل کر طیارہ کی طرف
بڑھتے ہوئے نظر آئے۔ صدر کے ساتھ جانے والوں میں ان کے کئی مشیر
وزراء اور اعلیٰ فوجی و سول حکام شامل تھے۔ اور ان سب کے علاوہ
پریزیڈنٹ کو رخصت کرنے والوں کا ہجوم تھا۔ اس ہجوم میں مرزا
اور رحمان صاحب بھی تھے۔

صدر کے ساتھ ساتھ دو باڈی گارڈ بھی چل رہے تھے ان
ہاتھوں میں ننگی تلواریں تھیں۔ ان کے چلنے کا انداز اور ان کی سج دھج
دیکھنے سے تعلق رکھتی تھیں۔

جلد ہی صدر مملکت طیارہ کے نزدیک پہنچ گئے پھر وہ جہاز کی سیڑھیاں
طے کر لی گئے۔ اور جب ہی وہ جہاز کے اندر داخل ہوئے، خوبصورت ائیر ہوسٹس
نے مخصوص انداز میں ان کا استقبال کیا۔

پریزیڈنٹ خفیف سی مسکراہٹ کے ساتھ اپنی نشست کی طرف
چلے گئے۔ ان کے ساتھ جانے والے دوسرے لوگ بھی اپنی اپنی سیٹ
پر بیٹھ گئے تھے۔

خوبصورت یونیفارم میں ملبوس دونوں باڈی گارڈ بھی صدر کے عقب
ت کی مانند بے حس و حرکت بیٹھے تھے۔ ان کی ننگی تلواریں اب بھی
لی کھڑی ہوئی تھیں۔

کچھ دیر بعد طیارہ کی روانگی کے اعلان کے ساتھ ساتھ بیلٹ
ھنے کی استدعا کی گئی۔ طیارہ نے ٹھیک پانچ منٹ کے بعد پرواز کرنی تھی
وقت بہت تیزی سے گزر رہا تھا۔ چار منٹ ختم ہو گئے تھے
ب منٹ کے بھی دس سیکنڈ گزر گئے تھے۔

پھر دس سیکنڈ اور گزر گئے۔ طیارے کی روانگی میں اب صرف
ل سیکنڈ کا وقفہ رہ گیا تھا۔ انجن اسٹارٹ کر دیئے گئے تھے۔

اچانک ایک باڈی گارڈ اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور تیر کی طرح
ٹ کی طرف بڑھا۔

صدر مملکت سمیت تمام لوگ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگے۔
باڈی گارڈ کنٹرول روم میں داخل ہو کر پائلٹ کے بالکل نزدیک
جو اپنی سیٹ پر پرواز کے لئے بالکل تیار بیٹھا تھا۔
باڈی گارڈ نے تلوار کی نوک پائلٹ کی کمر سے لگا دی پھر اس
رکہا۔

انجن بند کر دو کیپٹن ......!

کیا مطلب ہے؟ کیپٹن نے گھوم کر دیکھا۔ تمہیں معلوم ہے کہ تم کیا کر

میں اپنے فعل کا پوری طرح ذمہ دار ہوں۔" تم انجن بند کر دو۔
اور اگر میں ایسا نہ کروں۔
تو تلوار کی نوک تمہاری کمر سے گزر کر دل تک پہنچ جائے گی۔
اتنی دیر میں صدر کے ساتھ چلنے والے کئی افراد اپنے بیلٹ
کھول کر وہاں پہنچ گئے۔
یہ کیا حرکت ہے؟ ایک جنرل نے کڑک کر باڈی گارڈ سے کہا۔
کیا تمہارا دماغ خراب ہو گیا ہے۔
ایسا ہی معلوم ہوتا ہے۔" پائلٹ نے کہا۔ براہ کرم اسے
فوراً پاگل خانے بھجوا دیجئے۔
ہوں۔! باڈی گارڈ نے طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ تاکہ
تم کسی ویران مقام پر پیراشوٹ کے ذریعہ جہاز سے کود جاؤ اور طیارہ
میں کوئی خرابی پیدا کر کے کسی پہاڑ سے ٹکرانے یا آگ لگ جانے کے لئے
تنہا چھوڑ دو!
کیا مطلب ہے؟... جنرل نے غور سے باڈی گارڈ اور پھر پائلٹ
کی طرف دیکھا۔
اور اس سے پہلے کہ باڈی گارڈ کوئی جواب دیتا جہاز کے پچھلے حصہ
میں ایک نسوانی چیخ کی آواز گونجی۔
تمام لوگوں نے گھوم کر اس طرف دیکھا۔
دوسرے باڈی گارڈ نے خوبصورت ائیر ہوسٹس کو دبوچ رکھا

وہ یہ منظر دیکھ کر بہت تیزی سے کنٹرول روم کی طرف بڑھتے چلی
گئی ۔
صدر مملکت حیرت سے یہ تماشہ دیکھ رہے تھے پھر وہ بھی اٹھ کر
ان کے قریب پہنچ گئے ۔
یہ کیا تماشہ ہے ؟ صدر کی آواز میں غصے کے ساتھ حیرت بھی تھی ۔
حضور عالی یا باڈی گارڈ نے تلوار کی نوک بدستور پائیلٹ کی کمر سے
لگے ہوئے جواب دیا ۔ یہ طیارہ پرواز کے دوران تباہ کیا جانے والا تھا
کیا ؟ صدر مملکت حیران رہ گئے ۔
میں صحیح عرض کر رہا ہوں جناب والا ۔ اسی لئے میں نے گزارش
کی کہ اس پائیلٹ اور ایر ہوسٹس کو حراست میں لے لیا جائے
جہاز کو فوراً چھوڑ دیا جائے ۔
کیا تم یہ سب کچھ ثابت کر سکو گے ۔ صدر نے پوچھا ۔
یقیناً حضور عالی !! تمام ثبوت میرے پاس موجود ہیں ۔ اور اگر میں
بات ثابت نہ کر سکے ۔“ وزیر دفاع نے کہا ۔
تو مجھے اسی وقت گولی سے اڑا دیا جائے ۔“
ٹھیک ہے ! صدر نے کہا ۔ پائیلٹ اور ایر ہوسٹس کو حراست
میں لے لیا جائے ۔
اسی وقت طیارہ کو ایک فوجی دستہ نے چاروں طرف سے گھیر لیا ۔
فوجی افسران اور سپاہی اندر داخل ہوئے اور پائیلٹ اور ایر ہوسٹس

کو گرفتار کر لیا گیا ہے۔

صدر مملکت طیارہ سے اتر کر سیدھے وی آئی پی روم میں چلے گئے۔ ان کے پیچھے دوسرے لوگ ابھی حیرت زدہ سے چل رہے تھے۔

پائلٹ اور ائیر ہوسٹس کو بھی جلد ہی وی آئی پی روم میں پہنچا دیا گیا۔ دونوں باڈی گارڈ پہلے ہی صدر کے ساتھ اندر آ گئے تھے سر سلطان بھی صدر کے ہمراہ تھے۔

ہمارا یہ دورہ بہت اہم تھا۔ صدر نے باڈی گارڈ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ لیکن تم کہتے ہو کہ اس طیارہ کو پرواز کے دوران تباہ کیا جانے والا تھا۔ اب تم ثبوت پیش کرو!

عالی جناب! باڈی گارڈ نے جھک کر مودب لہجہ میں کہا۔ میں اسی وقت مکمل ثبوت بہم پہنچانے کی کوشش کروں گا۔ مجھے پائلٹ سے سوالات کرنے کی اجازت دی جائے۔

تمہیں اجازت ہے! پریذیڈنٹ نے کہا۔

باڈی گارڈ نے پھر تعظیم کے طور پر سر جھکایا۔ اس کے بعد پائلٹ سے پوچھا۔

تم کون ہو؟

میں.... تم مجھے نہیں جانتے "

یہی بات میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔

میرا نام کیپٹن محمود ہے " پائلٹ نے جیب میں ہاتھ ڈالتے ہوئے کہا اور یہ میرا آئیڈنٹٹی کارڈ ہے اور یہ میری سروس بک ہے۔

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ تم کیپٹن محمود نہیں ہو!"

کیا مطلب ۔۔؟"

مطلب یہ کہ تم نے کیپٹن محمود کو اغوا کر کے یا تو قتل کر دیا ہے یا کہیں قید کر رکھا ہے ۔

ایک لمحہ کے لئے پائیلٹ کا چہرہ متغیر ہو گیا ۔

پھر اس نے جلد ہی سنبھل کر کہا

تم اپنی بڑی حقیقت کو جھٹلا نہیں سکتے ۔ میں کیپٹن محمود ہوں اور اس میں کسی کو شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے ۔

پھر اس نے صدر مملکت سے مخاطب ہو کر مودب لہجہ میں کہا ۔

حضور عالی ۔ میں درخواست کرتا ہوں کہ اس باڈی گارڈ کو دماغی امراض کے ہوسپٹل روانہ کر دیا جائے ۔ شاید کسی اچانک اور زبردست صدمے سے اس کا دماغ الٹ گیا ہے ۔

صدر نے باڈی گارڈ کی طرف دیکھا ۔

پھر کہا ۔

تم کیپٹن کی بات کا جواب دو!

بہتر ہے جناب! باڈی گارڈ نے سر کو خم دیکر کہا ۔

پھر وہ پائیلٹ سے مخاطب ہوا ۔

"تم سمجھتے ہو ۔ میرا دماغ الٹ گیا ہے ۔"

"بالکل ایسا ہی ہے ۔" پائیلٹ نے جواب دیا ۔ "ورنہ تم اس قسم

کی بلند [illegible]

ہنستے ۔

[illegible] ایاز [illegible] نے زہریلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا ۔ تمہاری دلیل کافی مضبوط ہے ۔ مگر میری دلیل بھی بہت وزنی ہے ۔

کیسی دلیل !

یہی کہ تم کیپٹن محمود نہیں ہو ۔

پھر میں کون ہوں ۔۔ ؟

یہ میں ابھی بتاتا ہوں !

تم کبھی نہ بتا پاؤ گے ۔" ایک دیوانے سے ہوشمندی کی توقع نہیں کی جاسکتی ۔

ایک دیوانہ تم جیسے ہوشمندوں کے مقابلے میں زیادہ سوجھ بوجھ کی بات کرسکتا ہے ۔" باڈی گارڈ نے جواب دیا ۔

مگر .... تم کس طرح کہتے ہو کہ میں کیپٹن محمود نہیں ہوں ۔"

اس سلسلے میں سرکاری ریکارڈ دیکھ سکتے ہو ۔" اور میرے بارے میں محکمے سے ہر قسم کی معلومات کرسکتے ہو ۔" اور پھر آمد نشی کارڈ پر چسپاں تصویر اور میری شکل میں تمہیں کوئی فرق نظر آتا ہے ۔

نہیں ! باڈی گارڈ نے کہا ۔۔ اس تصویر اور تمہاری صورت میں کوئی تضاد محسوس نہیں ہوتا ۔ لیکن ایسا ہو سکتا ہے ۔

کیسے ۔۔ ؟

ایسے .... ! باڈی گارڈ نے آگے بڑھ کر پائلٹ کے چہرے

پر ہاتھ مارا۔ اور ہلکی آواز کے ساتھ کوئی چیز اتر گئی۔

یہ میک اپ کی جھلی تھی۔

اور دوسرے ہی لمحے وی آئی پی روم میں موجود تمام لوگ حیرت سے چونک پڑے۔

ان کے سامنے اب نوجوان پائلٹ کی بجائے ایک بوڑھا کھڑا پلکیں جھپکا رہا تھا۔ اس کا رنگ زرد ہو گیا تھا اور آنکھوں سے خوف و دہشت ہویدا تھا۔

یہ وہی بوڑھا تھا۔ جسے "بھونک" کی عادت تھی اور جس نے عمران کو ایک مرتبہ قید کر لیا تھا۔

کون ہو تم؟ صدر نے غضبناک نظروں سے بوڑھے کی طرف دیکھا۔

یہ کوئی بھی نہیں ہے جناب والا! باڈی گارڈ نے کہا۔ اور نہ اس شکل صورت کا کوئی انسان اس دنیا میں موجود ہے۔

کیا مطلب؟"

اس چہرے کے نیچے ایک اور چہرہ ہے۔ اور وہی شکل جسم کی اپنی اصلی شکل ہے۔ باڈی گارڈ نے جواب دیا۔

اسے بے نقاب کرو! صدر نے گرج کر کہا۔

فوراً ہی باڈی گارڈ نے دوسری مرتبہ ہاتھ آگے بڑھایا اور بوڑھے کی چہرے سے میک اپ کی ایک اور جھلی کھینچ لی

اور اس مرتبہ بھی تمام لوگوں کو حیرت سے دوچار ہونا پڑا۔ اب

[illegible] چہرے والا انسان کھڑا تھا۔
یہ کون ہے؟ پریذیڈنٹ نے کڑک کر کہا
یہ انڈر ایشیا کی سی آئی ڈی کا چیف [illegible] پانڈے ہے۔"
انڈر ایشیا کی سی آئی ڈی کا چیف!.... حیرت میں ڈوبی ہوئی
[illegible] آوازیں ابھر گیا۔
جی ہاں۔! باڈی گارڈ نے فاتحانہ نظروں سے پانڈے کی طرف
دیکھتے ہوئے کہا۔
اور یہ اٹر ہوسٹس؟ صدر نے پوچھا۔ کیا یہ بھی اس کی ساتھی ہے
جناب والا، آپ کا اندازہ بالکل درست ہے۔ باڈی گارڈ
نے کہا۔ لیکن یہ بھی اس وقت اپنی اصل حیثیت میں نہیں ہے۔"
[illegible] اسے بھی بے نقاب کرتا ہوں۔
چھوڑ دیا.... لڑکی ممنائی۔ میں بے قصور ہوں۔
[illegible] باڈی گارڈ اس کی گردن دلوچ چکا تھا۔ اور پھر اس کے
[illegible] سے بھی میک اپ کی جھلی الگ کرلی گئی۔
اور اب وہی لڑکی سب کے سامنے کھڑی تھی۔ جو عمران پر ہزار جان
سے عاشق ہوگئی تھی۔ اور جس نے بڈھے کو اپنا باپ بتایا تھا۔
یہ لڑکی کون ہے؟ آپ کھڑے ہوئے وزیر خارجہ نے دریافت کیا۔
یہ بھی ابھی اپنی اصلی حیثیت میں نہیں ہے۔ باڈی گارڈ نے جواب دیا۔
چہرے کے پیچھے بڑی عظیم اور خطرناک ہستی پوشیدہ ہے۔

مشہور اور خطرناک ہستی ۔ اسکی آواز

پھر باڈی گارڈ نے اس کا دوسرا میک اَپ ... آوازیں نکل

اور دوسرے ہی لمحے وہاں موجود لوگوں کے منہ سے بے اختیار

پڑیں صدر مملکت بھی بہت غور سے اس باڈی گارڈ کو دیکھ رہے تھے

وہ دنیا کی مشہور جاسوسہ اور عیارہ ناڈیا تھی

کچھ دیر وی آئی پی روم میں موت کی سی خاموشی چھائی رہی

پھر پریذیڈنٹ نے باڈی گارڈ سے پوچھا ۔

تم کون ہو ۔ اور ایک معمولی باڈی گارڈ ہوتے ہوئے

تمہیں ان تمام واقعات کا علم کیونکر ہوا اور میرے ملک کی سی آئی ڈی

انٹیلیجنس اور سیکرٹ سروس کہاں مر گئی ہے ۔

جناب والا! باڈی گارڈ نے دھیمے لہجے میں کہا ۔ کیا میری گستاخی

اور جسارت کو معاف کر دیا جائے گا ۔

ہاں ۔ تم جو کچھ کہنا چاہتے ہو کہو ۔

باڈی گارڈ نے اچانک اپنے چہرے کی طرف ہاتھ بڑھایا اور

میک اَپ کی جھلی اتار دی ۔

عمران ..... صدر کے عقب میں کھڑے ہوئے سر سلطان کے منہ

سے بے اختیار آواز نکلی ۔ دراصل انہیں اس بات کا کوئی علم نہ تھا کہ عمران

کہاں ہے اور کیا کر رہا ہے ۔ ان کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہ باڈی

گارڈ حقیقتاً عمران ہو سکتا ہے

"آپ کون ہو؟" صدر نے غور سے عمران کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔
"جناب! اجازت ہو تو میں کچھ عرض کروں!" سلطان آگے بڑھ آئے۔
"یہ سیکرٹ سروس کے چیف ایکسٹو کے نائب علی عمران ہیں!"
"علی عمران!" صدر نے تعجب سے اسکی طرف دیکھتے ہوئے کہا اور پھر دوسرا باڈی گارڈ!
عمران کے اشارے پر دوسرے باڈی گارڈ نے بھی میک اپ اتار دیا وہ بلیک زیرو تھا
صدر مملکت مسکراتے ہوئے عمران کی طرف بڑھے۔ اور اس کی کمر تھپتھپا کر اسے شاباش دی
پھر وہ کہنے لگا۔

"میں نے تمہارا نام اور تمہارے کارنامے پہلے بھی سنے ہیں اور تمہارے آج
کے کارنامے پر تو میں بہت ہی خوش ہوا ہوں بہرحال اب تو بتاؤ کہ یہ سب قصہ کیا ہے؟"
صدر واپس اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گئے۔
عمران نے کہنا شروع کیا۔

"جناب والا۔ انڈونیشیا ہمیشہ ہی سے ہمارے خلاف برسرپیکار رہا ہے ایک بڑا
ملک ہونے کے باوجود اس میں اتنی ہمت نہیں ہے کہ اعلان جنگ کر سکے لیکن اندرونی
طور پر وہ ہمارے خلاف سازشیں کرتا رہا۔ اس نے ہمیں اقتصادی، معاشی اور مالی
طور پر تباہ کر دینے کا مکمل اور جامع منصوبہ تیار کر لیا تھا اور ہمارے ملک میں سازشوں
کے جال بچھا دیئے۔ اس مقصد کے لئے اس نے مشہور جاسوسہ ناڈیا کی خدمات حاصل کیں
اور اپنی سی آئی ڈی کے چیف جنرل توہندے اور دوسرے جاسوسوں کے ساتھ ہمارے ملک
میں بھیج دیا۔ ان لوگوں نے یہاں آ کر دہشت اور بربریت کا بازار گرم کر دیا۔ ایمی کو

Saleem Imran Sereis

SHAHEEN PUBLISHING AGENCIE
FRERE MARKET KARACHI.